بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا

جمال و حسن قرآن نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

الفرقان

جلد ۵ — فروری ۱۹۵۵ء — نمبر ۲

چندہ سالانہ
پانچ روپے

قیمت فی پرچہ
آٹھ آنے

ایڈیٹر
ابو العطاء الجالندھری

معصوم انبیاء کے استغفار کی حکمت

(حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے قلم سے)

"یہ بات نہایت واضح اور بدیہی ہے کہ کوئی شخص اپنے محبت کرنے والے کو عذاب دینا نہیں چاہتا بلکہ محبت محبت کو جذب کرتی اور اپنی طرف کھینچتی ہے جس شخص سے کوئی سچے دل سے محبت کرتا ہے اسکو یقین کرنا چاہیئے کہ وہ دوسرا شخص بھی جس سے محبت کی گئی ہے اس سے دشمنی نہیں کر سکتا اگر ایک شخص ایک شخص کو جس سے وہ اپنے دل سے محبت رکھتا ہے اپنی اس محبت سے اطلاع بھی نہ دے تب بھی اس قدر اثر تو ضرور ہوتا ہے کہ وہ شخص اس سے دشمنی نہیں کر سکتا۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ دل کو دل سے راہ ہوتا ہے اور خدا کے نبیوں اور رسولوں میں جو ایک قوت جذب و کشش پائی جاتی ہے اور ہزارہا لوگ انکی طرف کھینچے جاتے اور ان سے محبت کرتے ہیں یہاں تک کہ اپنی جان بھی ان پر فدا کرنا چاہتے ہیں اسکا سبب یہی ہے کہ بنی نوع کی بھلائی اور ہمدردی انکے دل میں ہوتی ہے یہانتک کہ وہ ماں سے بھی زیادہ انسانوں سے پیار کرتے ہیں اور اپنے تئیں دکھ اور درد میں ڈال کر بھی انکے آرام خواہشمند ہوتے ہیں۔ آخر ان کی سچی کشش سعیدوں کو اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیتی ہے۔ پھر جبکہ انسان باوجودیکہ وہ عالم الغیب نہیں دوسرے شخص کی مخفی محبت پر اطلاع پا لیتا ہے تو پھر کیونکر خدا تعالیٰ جو عالم الغیب ہے کسی کی خالص محبت سے بے خبر رہ سکتا ہے۔ محبت عجیب چیز ہے اسکی آگ گناہوں کی آگ کو جلاتی اور معصیت کے شعلہ کو بھسم کر دیتی ہے۔ سچی اور ذاتی اور کامل محبت کے ساتھ عذاب جمع ہو ہی نہیں سکتا اور سچی محبت کے علامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اسکی فطرت میں یہ بات منقوش ہوتی ہے کہ اپنے محبوب کے قطع تعلق کا اسکو نہایت خوف ہوتا ہے اور ایک ادنیٰ سے ادنیٰ قصور کے ساتھ اپنے تئیں ہلاک شدہ سمجھتا ہے اور اپنے محبوب کی مخالفت کو اپنے لئے ایک زہر خیال کرتا ہے اور نیز اپنے محبوب کے وصال کے پانے کیلئے نہایت بیتاب رہتا ہے اور بُعد اور دُوری کے صدمہ سے ایسا گداز ہوتا ہے کہ بس مر ہی جاتا ہے اسلئے وہ صرف ان باتوں کو گناہ نہیں سمجھتا کہ جو عوام سمجھتے ہیں کہ قتل نہ کر، خون نہ کر، زنا نہ کر، چوری نہ کر، جھوٹی گواہی نہ دے بلکہ وہ ایک ادنیٰ غفلت کو اور ادنیٰ التفات کو جو خدا کو چھوڑ کر غیر کی طرف کی جائے ایک کبیرہ گناہ خیال کرتا ہے اسلئے اپنے محبوب ازلی کی جناب میں دوام استغفار اس کا ورد ہوتا ہے۔ اور چونکہ اس بات پر اس کی فطرت راضی نہیں ہوتی کہ وہ کسی وقت بھی خدا تعالیٰ سے الگ رہے اسلئے بشریت کے تقاضا سے ایک ذرہ غفلت بھی اگر صادر ہو تو اس کو ایک پہاڑ کی طرح گناہ سمجھتا ہے یہی بھید ہے کہ خدا تعالیٰ سے پاک اور کامل تعلق رکھنے والے ہمیشہ استغفار میں مشغول رہتے ہیں کیونکہ یہ محبت کا تقاضا ہے کہ ایک محبِ صادق کو ہمیشہ یہ فکر لگی رہتی ہے کہ اس کا محبوب اس پر ناراض نہ ہو جائے۔ اور چونکہ اس کے دل میں ایک پیاس لگا دی جاتی ہے کہ خدا کامل طور پر اس سے راضی ہو اسلئے اگر خدا تعالیٰ یہ بھی کہے کہ میں تجھ سے راضی ہوں تب بھی وہ اس قدر پر صبر نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جیسا کہ شراب کے دور کے وقت ایک شراب پینے والا ہر دم ایک مرتبہ پی کر پھر دوسری مرتبہ مانگتا ہے اسی طرح جب انسان کے اندر محبت کا چشمہ جوش مارتا ہے تو وہ محبت طبعاً یہ تقاضا کرتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ خدا تعالیٰ کی رضا حاصل ہو۔ پس محبت کی کثرت کی وجہ سے استغفار کی بھی کثرت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا سے کامل طور پر پیار کرنے والے ہر دم اور ہر لحظہ استغفار کو اپنا ورد رکھتے ہیں اور سب سے بڑھ کر معصوم کی یہی نشانی ہے کہ وہ سب سے زیادہ استغفار میں مشغول رہے"

(چشمہ مسیحی صفحہ ۳۷-۳۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۵ | جمادی الآخرہ ۱۳۷۴ھ | الفرقان | بابت فروری ۱۹۵۵ء | شمارہ نمبر ۲

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	مضمون نگار	نمبر صفحہ
۱	معصوم انبیاء کے استغفار کی حکمت	کلمات حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام	ٹائیٹل ص
۲	ہمارا خدا	ایڈیٹر	۲
۳	قرآن مجید کی بیس امتیازی خوبیاں	"	۵
۴	ملک شام کے ایک مشہور قانون دان کا دلچسپ مضمون	الاستاذ المحامی محمد افندی الشوا	۷
۵	آیت ولو تقول علینا مدعی نبوت کے لئے دلیل صداقت ہے۔ (ڈاکٹر برق صاحب کی کتاب "حرف محرمانہ" پر تبصرہ)	ایڈیٹر	۹
۶	بہائیوں کا ایک سوال اور اس کا جواب۔ (کیا بہاء اللہ پہلے دعویٰ کرنے کے باعث سچے ہیں؟)	"	۱۷
۷	حدیث نبوی میں مسلمان کی تعریف۔ اہلحدیث علماء سے ایک مطالبہ! جناب محی الدین صاحب لکھوی کے تردیدی خط پر تبصرہ	ایڈیٹر	۱۹
۸	البیان —— (قرآن مجید کا سلیس اردو ترجمہ مختصر اور مفید تفسیری حواشی کے ساتھ)	ایڈیٹر	۲۱
۹	قرآن کی عظمت کے متعلق عیسائی دنیا کے خیالات	جناب محمد عبد الحق صاحب امرتسری	۲۵
۱۰	قرآن ایک بے نظیر کتاب	مکرم یحییٰ فضلی صاحب جامعہ احمدیہ	۲۷
۱۱	اہل بہاء سے دس ضروری سوال	ایڈیٹر	۳۰
۱۲	اسلام کی رواداری	جناب چودھری احمد الدین صاحب پلیڈر گجرات	۳۳
۱۳	بعث بعد الموت کی ضرورت اور اس کا ثبوت	جناب میجر ڈاکٹر شاہ نواز خان صاحب پشاور	۴۲
۱۴	"ما روئے پاک احمد موعود دیدہ ایم (فارسی نظم)	جناب قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی صوبہ سرحد	۴۷
۱۵	شاہ نجد و حجاز کا شاہی فرمان		۴۹

الفرقان کا خریدار بننا حقائق و معارف قرآنی سیکھنے کے علاوہ موجب ثواب و برکت بھی ہے

(طابع و ناشر ابو العطاء جالندھری نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفرقان احمد نگر ضلع جھنگ سے شائع کیا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد ۵ | الفرقان - فروری ۱۹۵۵ء | نمبر ۲

ہمارا خدا

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم،
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار
(درثمین)

مذہب خدا کے پانے کے راستے کا نام ہے۔ اسلام اس صداقت کا علمبردار ہے کہ ابتدائے آفرینش سے نسل انسانی کے سامنے اللہ تعالیٰ کے پانے کی راہیں کشادہ رہی ہیں اور ہمیشہ کشادہ رہیں گی۔ اگر یہ راہ بند ہو جائے تو ظاہر ہے کہ انسانی تخلیق کا مدعا سراسر باطل ٹھہرتا ہے۔ باقی ادیان کے پیرو ایک محدود زمانے تک اس راستے کو کھلا قرار دیتے ہیں اور اس کے بعد بند ٹھہراتے ہیں۔ اسلام ان مذاہب کے ابتداءً سچا ہونے کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی اعلان کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے پانے کا راستہ کبھی بند نہیں ہو سکتا۔

خدا کے پانے سے مراد یہی ہے کہ انسان اس کا مقرب بن جائے اور انسان کی ساری قوتیں اور استعدادیں اس کے منشاء کو پورا کرنے والی ہوں۔ ایسا انسان خدا تعالیٰ کا محبوب بندہ بن جاتا ہے اور محبت کے تمام آثار اس کے لئے ظاہر ہوتے ہیں۔ بلاشبہ یہ بلند مقام بہت مشکلات برداشت کرنے اور زبردست مجاہدات کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ جو سعادت مند لوگ اس راہ پر گامزن ہوتے ہیں اور جن خوش نصیب انسانوں کو منزلِ محبوب تک پہنچنے کی سعادت نصیب ہوتی ہے وہ اسکے راستہ میں ہر قربانی خندہ پیشانی سے پیش کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ بھی اپنی خاص قدرتیں ظاہر فرماتا ہے اور اُن کے دلوں کو یقین و ایمان کی متاع سے اس طرح بھرپور کر دیتا ہے کہ حوادث کے طوفانوں میں وہ چٹانوں سے بھی زیادہ مضبوط ثابت ہوتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس حقیقی ایمان کا نتیجہ ہوتا ہے جو ان روحانی انسانوں کو حاصل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت اپنے نیک اور پاک بندوں کے لئے اس سے زیادہ جوش مارتی ہے جتنا کہ ایک ماں کی محبت اپنے بچے کے لئے موجزن ہوتی ہے۔ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے جس زندہ خدا کی طرف انسانوں کو بلایا ہے اور ہمارے سید و مولیٰ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے جس معبودِ برحق کی طرف دعوت دی ہے وہ ہمیشہ ہی اہل حق کی تائید فرماتا ہے اور ان کی تائید و نصرت کے لئے غیر معمولی معجزات ظاہر کرتا ہے۔ علاوہ ازیں وہ اپنے محبت بھرے پیغام اور اپنی تازہ وحی سے انہیں لافانی زندگی عطا فرماتا ہے اور اپنے مکالمہ سے نوازتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی یہ وحی درحقیقت محبتِ الٰہی کا ایک بیّن اور واضح نشان ہوتی ہے۔ ایسے باخدا انسان اسلام کے ہر دور میں پیدا ہوتے رہے ہیں اور جب تک یہ زمین و آسمان قائم ہے پیدا ہوتے رہیں گے۔

اسلام کو مکالمۂ الٰہیہ کے لحاظ سے جو خصوصیت

حاصل ہے وہ کسی اور دین میں نہیں پائی جاتی۔ قرآنی دعوت کا یہ طرۂ امتیاز کسی اور دین کے پیروؤں کو حاصل نہیں۔ اب مرورِ زمانہ سے جب مسلمان شمعِ ہدایت سے دور ہو گئے تو ان کا بیشتر حصہ پھر اس نورانی امتیاز سے محروم نظر آتا ہے۔ اور اب تو یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ مسلمانوں کے علماء اور لیڈر اور سب باتیں کرتے ہیں لیکن خدا کی زندہ وحی اور اس کے تازہ مکالمہ کا ذکر کہیں نہیں پایا جاتا۔

تحریک احمدیت جو اسلام کی نشأۃ ثانیہ ہے اس **اساس پر قائم ہوئی ہے کہ ہمارا خدا آج بھی بولتا ہے جس طرح وہ پہلے بولتا تھا۔ آج بھی سنتا ہے جس طرح وہ پہلے سنتا تھا۔ ایسے زندہ خدا کی طرف دعوت دینا اسلام کا امتیازی خاصہ ہے** ۔ اور یہ بات آج سوائے احمدیت کے اور کسی جگہ پر نہیں پائی جاتی۔

مولانا ابو الاعلیٰ صاحب مودودی کی اسلامی جماعت جن بنیادوں پر قائم کی جا رہی ہے ان میں سیاست کے علاوہ اسلام کا جو حصہ ہے اس میں بھی کسی جگہ الہام الٰہی اور وحی ربانی کا تذکرہ موجود نہیں۔ نومبر ۵۲ء کے ترجمان القرآن میں جو اشارات بطور مقالہ افتتاحیہ شائع ہوئے ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کے متعلق جو تصور پیش کیا گیا ہے اس کی انتہائی جھلک مندرجہ ذیل اقتباس سے ظاہر ہے:-

> "ہاں ساتھی اور ایسا ساتھی جو کٹھن گھڑیوں میں ہمت بندھانے کے لئے دل کے اندر سے پکارتا ہے کہ ڈھیلے نہ پڑو۔ ہراساں نہ ہو۔ ملول نہ ہو تم غالب ہو کے رہو گے۔ بڑھتے چلو (لَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ۔ آل عمران ۱۳۹) اس کے بندوں کو کارزارِ حیات میں کوئی چرکا لگتا ہے تو وہ فوراً مراہم تسکین لئے پاس موجود ہوتا ہے اور آنسو پونچھتے ہوئے کہتا ہے کہ گھبرانے کی کیا بات ہے۔ آج تم پر دشمن کا وار کاری ہو گیا کل تمہارا وار بھی تو اسے گھائل کر چکا ہے۔ ابھی تو معرکے باقی ہیں۔ (اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ۔ آل عمران) پھر وہ اپنے قصرِ رحمت کا دریچۂ اجابت کھول کر پکارتا ہے کہ ناسازگار حالات کی اندھیاریوں میں مجھے پکارو میں تمہاری فریادیں سنتا ہوں اور ان پر مناسب کارروائی کرتا ہوں"
>
> (ترجمان القرآن نومبر ۵۲ء ص ۹)

ہمیں تسلیم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے مراہم تسکین لئے موجود ہوتا ہے اور وہ ناسازگار حالات کی تاریکیوں میں انہیں کہتا ہے کہ میں تمہاری فریادیں سنتا ہوں مگر سوال تو یہ ہے کہ آیا خدا کے مکالمہ اور اس کی وحی کا دروازہ کھلا ہے یا بند؟ اگر "اسلامی جماعت" والوں کے نزدیک یہ دروازہ بند ہو چکا ہے اور اب کوئی مسلمان خدا کے مکالمہ سے مشرف نہیں ہو سکتا تو پھر خدا کے سچے عاشقوں کے لئے اس کے پانے کا کوئی یقینی ثبوت موجود ہے؟

درحقیقت اس میدان میں سوائے جماعت احمدیہ کے کوئی جماعت کھڑی نہیں ہو سکتی۔ احمدیت جس خدا کی طرف انسانوں کو بلاتی ہے وہی الحیّ القیّوم خدا ہے جو آج بھی اپنے پیارے بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے کیا ہی پاکیزہ طریق پر اسلام و احمدیت کے اس امتیازی خاصہ کو بیان فرمایا ہے۔ حضور تحریر فرماتے ہیں:-

"جب سے خدا نے آسمان اور زمین کو

بنایا کبھی ایسا اتفاق نہ ہوا کہ اس نے نیکوں کو تباہ اور ہلاک اور نیست و نابود کر دیا ہو بلکہ وہ اُن کے لئے بڑے بڑے کام دکھلاتا رہا ہے اور اب بھی دکھلائے گا۔ وہ خدا نہایت وفادار خدا ہے اور وفاداروں کے لئے اس کے عجیب کام ظاہر ہوتے ہیں۔ دُنیا چاہتی ہے کہ اُن کو کھا جائے۔ اور ہر ایک دشمن اُن پر دانت پیستا ہے۔ مگر وہ جو اُن کا دوست ہے ہر ایک ہلاکت کی جگہ سے اُن کو بچاتا ہے۔ اور ہر ایک میدان میں اُن کو فتح بخشتا ہے۔ کیا ہی نیک طالع وہ شخص ہے جو اس خدا کا دامن نہ چھوڑے۔ ہم اس پر ایمان لائے۔ ہم نے اس کو شناخت کیا۔ تمام دُنیا کا وہی خدا ہے جس نے میرے پر وحی نازل کی جس نے میرے لئے زبردست نشان دکھلائے۔ جس نے مجھے اس زمانہ کے لئے مسیح موعود کر کے بھیجا۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ نہ آسمان میں نہ زمین میں۔ جو شخص اس پر ایمان نہیں لاتا وہ سعادت سے محروم اور خذلان میں گرفتار ہے۔ ہم نے اپنے خدا کی آفتاب کی طرح روشن وحی پائی۔ ہم نے اُسے دیکھ لیا کہ دُنیا کا وہی خدا ہے اس کے سوا کوئی نہیں۔ کیا ہی قادر اور قیوم خدا ہے جس کو ہم نے پالیا۔"

(کشتی نوح ص۱۹)

اس وقت مسلمانوں کے فرقوں میں کوئی دوسرا فرقہ اس بُنیاد پر قائم نہیں ہے کسی کو اس بات کا دعویٰ نہیں کہ خدا تعالیٰ اس سے ہمکلام ہوتا ہے۔ بلکہ وہ لوگ تو یہ تصور لئے بیٹھے ہیں کہ خدا کی وحی آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہے۔ پس زندہ خدا، واحد و یگانہ خدا، ساری کائنات کا پیدا کرنے والا خدا، وہی خدا ہے جسے احمدیت پیش کرتی ہے۔ جو ہمیشہ اپنے بندوں کی دعاؤں کو سنتا اور اُن سے پیار و محبت کی باتیں کرتا رہا ہے اور کرتا رہے گا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ۔

الفرقان کے مضمون نگاروں سے ہماری درخواست!

حضرت میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے تحریر فرماتے ہیں:۔

"یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ رسالہ الفرقان علمی لحاظ سے ترقی کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے مزید ترقی عطا کرے۔ آمین!

نامہ نگاروں کو یہ تاکید ہونی چاہیئے کہ وہ ہر اقتباس کے ساتھ خطوط وحدانی کے اندر مفصل حوالہ درج کیا کریں تاکہ پڑھنے والا اگر ضرورت سمجھے تو خود اصل ماخذ نکال کر دیکھ سکے نیز اصل ماخذ کا حوالہ دیا کریں۔ یہ نہ ہو کہ حدیث تو بخاری کی ہو اور اس کیلئے صرف مشکوٰۃ کا لفظ لکھ دینے پر اکتفا کیا جائے اس طرح ریسرچ کا معیار گر جاتا ہے۔"

الفرقان:۔ یہ شفقت آمیز رہنمائی قابلِ صد شکریہ ہے۔ امید ہے کہ انشاء اللہ العزیز آئندہ مضامین میں جملہ مضمون نگار حضرات اسی طریق کو اختیار کریں گے، جس کی طرف حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے سلمہ اللہ تعالیٰ نے اس گرامی نامہ میں توجہ دلائی ہے۔ (ایڈیٹر)

فضائل قرآن کریم نمبر ۱

قرآن مجید کی بیس ۲۰ امتیازی خوبیاں

قرآن مجید کا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ وہ اس زمین پر اللہ تعالیٰ کی پہلی شریعت یا پہلی وحی ہے بلکہ اس کا یہ دعویٰ ہے کہ اس سے پہلے متعدد آسمانی شریعتیں نازل ہو چکی ہیں اور انبیاء پر ہر زمانہ میں وحی الٰہی نازل ہوتی رہی ہے۔ ہاں قرآن مجید کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ ان شریعتوں کی تکمیل کرنے کے لئے نازل ہوا ہے۔ انسانوں کی جملہ ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے آیا ہے اور دنیا میں دائمی اور ہمیشہ قائم رہنے والی صداقتوں پر مشتمل ہے۔ قرآن مجید کہتا ہے کہ پہلی کتب اپنی اپنی قوم سے مخصوص تھیں میں ساری قوموں اور ساری نسلوں کے لئے آیا ہوں۔ وہ کتابیں اپنے اپنے زمانہ کے ساتھ مختص تھیں اور میں سارے زمانوں کے لئے آیا ہوں۔ وہ کتابیں اپنی تعلیمات اور شرائع میں ارتقائی نقطۂ کمال تک نہ پہنچی تھیں اور میں شریعتوں کا آخری نقطہ ہوں اور مجھ پر تمام شریعتوں کا خاتمہ ہے۔

قرآن مجید کا یہ دعویٰ اسے تمام سابقہ کتابوں سے ممتاز کرتا ہے۔ مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ قرآن مجید پہلی کتب کا حریف ہے یا ان کا مکذب ہے اور ان کی صداقتوں کا منکر ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید جملہ کتب سماویہ کا مصدق ہے۔ وہ ان کے لانے والے نبیوں اور رشیوں کو صادق اور راستباز قرار دیتا ہے اور ان کتابوں کی بنیادی طور پر تصدیق کرتا ہے اور ان کی دائمی صداقتوں کو بہ پیرایۂ احسن اپنے اندر جمع رکھنے کا مدعی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (۱) وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ (المائدہ) کہ ہم نے یہ قرآن مجید دائمی تعلیم پر مشتمل کتاب کی صورت میں تجھ پر نازل کیا ہے۔ یہ سابقہ کتابوں کا مصدق ہے اور ان کا نگران ہے۔ پس تو ان لوگوں کے لئے خدا کے نازل کردہ کلام کے مطابق فیصلہ کرتا رہ اور حق کو چھوڑ کر ان کی خواہشوں کی اتباع اختیار نہ کر (۲) نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ (آل عمران) اللہ تعالیٰ نے تجھ پر یہ شریعت حق و حکمت کے ساتھ کتب سابقہ کے مصدق کے طور پر نازل فرمائی ہے۔ اس نے قبل ازیں تورات و انجیل کو لوگوں کے لئے بطور راہ نما نازل کیا تھا اور اب اس نے الفرقان (حق و باطل میں کامل فرق کرنے والی کتاب) کو نازل فرمایا ہے (۳) اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (النمل) یہ قرآن مجید بنی اسرائیل کے اکثر اختلافی مسائل یعنی اصولی مسائل میں اُن پر حق کو کھول کر بیان کرتا ہے۔ (۴) وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (الانعام) یہ کتاب نہایت بابرکت اور جامع ہے۔ ہم نے اسے اتارا ہے تم اس کی اتباع کرو اور متقی بن جاؤ تا تم پر رحم کیا جائے (۵) يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (البینہ) ہمارا فرستادہ ان لوگوں کے سامنے ایسے پاکیزہ اور کامل صحیفے پیش کرتا ہے جن میں تمام قائم رہنے والی صداقتیں موجود ہیں (۶) اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ

الْاِسْلَامَ دِیْنًا (المائدہ) اے انسانو! آج میں نے تمہارے لئے شریعت کو کامل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی ہے اور اسلام کو تمہارے لئے بطور دین پسند کیا ہے۔

ناظرین کرام! ان آیات پر غور کرنے سے مندرجہ ذیل چھ نتائج ظاہر ہیں :-

اوّل :- قرآن مجید کتب سابقہ کو بنیادی طور پر سچا ٹھہراتا ہے، وہ ان کا مصدق ہے۔

دوم :- قرآن مجید کتب سابقہ کی ابدی صداقتوں کو اپنانے کا مدعی ہے اور انہیں باسلوب احسن پیش کرتا ہے۔

سوم :- قرآن مجید کتب سابقہ کی پیشگوئیوں کے مطابق آیا ہے۔

چہارم :- کتب سابقہ کے ماننے والوں کی طرف سے ان کتابوں میں یا ان کی طرف جو غلطیاں منسوب کر دی گئی تھیں قرآن مجید ان غلطیوں کا ازالہ کرتا ہے۔

پنجم :- کتب سابقہ کے اختلافات میں قرآن مجید بطور حَکَم اور مُہَیمِن ہے۔ وہ ان اختلافات کے بارے میں فیصلہ کرتا ہے۔

ششم :- قرآن مجید اخلاقی، تمدنی، سیاسی اور روحانی ــــ انفرادی اور اجتماعی ــــ ہر تعلیم کو ایسے کامل رنگ میں پیش کرتا ہے کہ اس سے بڑھ کر پیش کرنا ناممکن ہے۔ غرض قرآن مجید ہر رنگ میں بے نظیر کتاب ہے۔

ان آیات کی روشنی میں اور ان نتائج کے پیش نظر یہ کہنا درست ہے کہ قرآن مجید تمام الہامی کتابوں کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی پیش کردہ تعلیم کو اکمل اور دائمی اور ساری نسل انسانی کے لئے فلاح و نجات کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔ بے شک قرآن مجید پہلے نبیوں کو راستباز قرار دیتا ہے، وہ پہلی کتابوں کے منجانب اللہ ہونے کو مانتا ہے، اور یہ عقیدہ بجائے خود قرآن مجید کی ایک بے مثال خوبی ہے۔ تاہم یہ سوال باقی ہے کہ ان نبیوں پر ایمان لانے کے باوجود اور ان کتابوں کو ماننے کے بعد قرآن کریم کو ماننے اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی کیا ضرورت ہے؟

یہ سوال اس طرح بھی حل ہو سکتا ہے کہ کہا جائے کہ سابق انبیاء کی امتوں کی حالت بگڑ چکی ہے۔ انبیاء فوت ہو چکے ہیں۔ ان کی لائی ہوئی کتابوں میں تحریف و ترمیم راہ پا چکی ہے اور اب وہ اپنی اصل شکل میں موجود نہیں۔ وہ اب ایسے درخت کی مانند ہیں جسے تازہ پھل نہیں لگ رہے۔ اسلئے ضروری ہوا کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کی رہنمائی کے لئے نیا رسول بھیجے اور نئی شریعت نازل فرمائے تا پھر تازہ اور شیریں پھل پیدا ہوں۔ یہ جواب بہت سے دلوں کی تسلی کا موجب ہو سکتا ہے مگر ایک طبقہ اہل مذاہب کا ایسا بھی ہے جو مزید اطمینان کے لئے یہ دیکھنا بھی چاہتا ہے کہ قرآن مجید میں وہ کونسے فضائل ہیں جو اُن کی اپنی الہامی کتاب میں نہیں ہیں۔ ایسے طالبانِ ہدایت کے لئے ان فضائلِ قرآنی کا بیان ضروری ہے جو قرآن مجید کو امتیاز بخشتے ہیں۔ جن کی وجہ سے دوسرے مذاہب والوں کا فرض ہو جاتا ہے کہ وہ قرآن مجید پر بھی ایمان لائیں۔

پس ہم اس مضمون میں ان سعید اور حق پسند طبائع کے سامنے قرآن مجید کے فضائل سلسلہ وار رکھیں گے اور کہیں کہیں اس میں بطور موازنہ دیگر کتب کے مسلک کو بھی ذکر کیا جائے گا۔ ہم درخواست کرتے ہیں کہ قارئین کرام اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ ہم قرآن مجید کے حکم کے مطابق جملہ آسمانی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں اور جملہ انبیاء و مرسلین کو صادق اور راستباز یقین کرتے ہیں۔ وہ نبی کسی قوم میں مبعوث

ملکِ شام کے ایک مشہور قانون دان کا دلچسپ مضمون

(از قلم جناب محمد الشوا آفندی ۔ دمشق)

ملکِ شام کے مشہور اخبار "صوت العرب" مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۵۲ء میں مشہور بیلیڈر جناب محمد الشوا آفندی کا ذیل کا مضمون شائع ہوا ہے۔ اس میں انہوں نے مفتی شام کے تازہ فتوی کا بہترین اور مختصر رنگ میں جواب دیا ہے اس قابلِ قدر نوٹ کا ترجمہ ہم اپنے رسالہ میں شائع کرتے ہیں (ایڈیٹر)

دمشق کے مشہور روزنامہ "العلم" نے اپنی اشاعت مورخہ ۱۹ دسمبر ۱۹۵۲ء میں اپنے ایک نامہ نگار کی طرف سے مفتی عام دمشق کا ایک بیان شائع کیا ہے جس میں انہوں نے عوام الناس کو احمدیت کے قبول کرنے سے روکا ہے۔ کیونکہ مفتی صاحب کے خیال کے مطابق احمدی عقائد قرآن مجید اور سُنت کے خلاف ہیں لیکن جناب مفتی صاحب نے احمدیت کے مخالفِ قرآن و سنت ہونے کے بارے میں کوئی معیّن چیز ذکر نہیں فرمائی۔

چونکہ احمدی لوگ ہی تمام براعظموں میں اسلام کو پھیلا رہے ہیں اور وہ سب کو قرآن کریم اور سُنتِ نبوی کی طرف بُلاتے ہیں اسلئے میں جناب مفتی صاحب سے التماس کرتا ہوں کہ وہ کم از کم ایک چیز تو ایسی ذکر فرمائیں جو احمدیوں کے عقائد میں داخل ہو اور مفتی صاحب اس کے مخالفِ قرآن و سُنت ہونے پر کوئی دلیل قائم کر سکیں۔ ورنہ ماننا پڑے گا کہ انہوں نے لوگوں کے سامنے ایک ایسا فتویٰ پیش کیا ہے جس پر کوئی دلیل اور بُرہان قائم نہیں۔

گذشتہ دنوں شاہِ فاروق کے علیحدہ کئے جانے سے قبل کی بات ہے کہ مصر کے بہت سے مشہور لوگ احمدیوں کو سچا مسلمان قرار دے چکے ہیں۔ جب مصر کے سابق مفتی نے آنریبل چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے بارے میں ایک فتویٰ دیا تھا تو مصر کے مشاہیر نے چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی تائید میں اور مصر کے سابق مفتی کے خلاف بیانات شائع کئے۔ ان مشاہیر میں سابق ترین مفتی علامہ علام نصار الاستاذ محمد ابراہیم سالم چیف جسٹس عدالت علیا شرعیہ، الاستاذ عبد الرحمٰن عزام سابق جنرل سیکرٹری عرب لیگ اور الاستاذ خالد محمد خالد محترم اور بہت سے دیگر علماء شامل ہیں۔

علاوہ ازیں ملک شام میں احمدیت کے ماننے والوں میں تمام مشہور اور قابلِ ذکر شامی خاندانوں کے لوگ موجود ہیں۔ چنانچہ ان لوگوں میں المالکی، العظم، المرادی، شبیب، الحصنی، الساعاتی، الجبان، الارناؤوط، سوقیہ، القبانی، النویلاتی، سلطان، الدکشلی، الجابی، السیروانی، الذکی، الشریف، باکیر، البسطی اور الشوا وغیرہ خاندانوں کے لوگ شامل ہیں اور ان تمام لوگوں نے احمدیت کو پورے اطمینان، مکمل تحقیق اور کامل یقین کے ساتھ قبول کیا ہے اور یہ لوگ ہمیشہ حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ دعوت الی اللہ کر رہے ہیں اور ان لوگوں کی گفتگو ہمیشہ بادلیل اور باسلوب احسن ہوتی ہے۔ یہ لوگ جبر و تشدد کے دھمکی آمیز طریق کو اسی طرح حرام جانتے ہیں جس طرح اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب میں اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سُنت میں حرام ٹھہرایا ہے۔ یہ جبر و تشدد کا طریق وہی ہے جسے اِس زمانہ میں اسلام کے نام سے پیش کرنے والے بہت سے فرقے ممالکِ اسلامیہ میں

پائے جاتے ہیں اور ابھی حال ہی میں پاکستان اور مصر میں ان لوگوں نے حکومت کے خلاف اسی طریق پر ناکام کوششیں کی ہیں۔

احمدی لوگ ہر ملک اور ہر حکومت میں جہاں مذہبی آزادی قائم ہے۔ ملکی قوانین کی پوری پوری اطاعت کرتے ہیں کیونکہ قرآن مجید کا یہی حکم ہے نیز اسلام کی اشاعت اور امن کا قیام اسی کے ساتھ وابستہ ہے۔ اسلام رعایا میں سے کسی شخص کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ اپنی حکومت سے خیانت سے پیش آئے اور اس کے خلاف دل میں منصوبے باندھے اور قانون شکنی کرے۔ درآنحالیکہ وہ حکومت عقیدہ اور خیال کی پوری پوری آزادی دیتی ہو۔ پس اس صورت میں جبکہ احمدی لوگ ہر جگہ پر قائم شدہ حکومت کے نہایت وفادار ہیں مفتی شام کا شامی گورنمنٹ کو احمدیوں کے خلاف اُکسانا مفتی صاحب کے لئے مفید ثابت نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح جناب مفتی صاحب کا احمدیوں کے خلاف فتویٰ بھی اُنہیں اپنے عقیدہ سے منحرف نہیں کر سکتا کیونکہ وہ لوگ احمدیت کو حقیقی اسلام یقین کرتے ہیں اور جناب مفتی صاحب نے اپنے فتویٰ کے سچا ہونے پر ابھی تک کوئی دلیل پیش نہیں کی اور نہ ہی انہوں نے ہمارے مبلغ الاستاذ منیر الحصنی کے اُن سوالات کا جواب دیا ہے جو انہوں نے روزنامہ العلم مورخہ ۱۱ر جولائی ۱۹۵۲ء اور بعد ازاں رسالہ الجامعہ مورخہ ۲۲ر مئی ۱۹۵۲ء میں شائع کئے تھے اور جنہیں حال ہی میں انہوں نے اپنے ٹریکٹ "الجماعة الاحمدية والانكليز" میں چھاپ کر علماء کرام کے سامنے پیش کیا ہے۔

مَیں نے بطور ایک حق پرست وکیل کے قسم کھا رکھی ہے کہ مَیں صرف اُسی امر کا دفاع کروں گا جسے میں حق سمجھوں گا۔ لہٰذا مَیں جناب مفتی صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ انہوں نے احمدیوں کے خلاف جو فتویٰ دیا ہے اس کے درست ہونے پر کوئی دلیل قائم کریں۔ کیونکہ قرآن مجید جو ہم سب کے نزدیک کامل حَکَم کی حیثیت رکھتا ہے۔ فرماتا ہے۔ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ کہ اگر تم سچے ہو تو اپنے دعویٰ پر دلیل پیش کرو۔

خاکسار
محمد الشواء وکیل، دمشق

قرآن مجید کی بیس امتیازی خوبیاں

(بقیہ صفحہ)

ہوئے ہوں اور وہ کتابیں کسی زبان اور کسی خطۂ زمین میں نازل ہوتی ہیں۔ جب وہ ربّ العالمین ہمارے آقا و مالک کی طرف سے ہیں اور ان میں اسی کا محبت بھرا پیام درج ہے تو ہم ان کا انکار کس طرح کر سکتے ہیں۔ پس یہ موازنہ کتب سابقہ کی تحقیر یا تنقیص پر محمول نہ کیا جائے بلکہ اس میں اظہارِ حقیقت کے لئے بعض مقامات پر دوسری الہامی کتابوں کا ان کے واجب احترام کے ساتھ ذکر آیا ہے۔ ہم اس ذیل میں قرآن مجید کی بیس امتیازی خوبیوں کا ذکر کریں گے۔ وباللّٰہ التوفیق۔

(باقی آئندہ)

احباب سے درخواست اور معذرت

(۱) رسالہ الفرقان آپ کا اپنا رسالہ ہے اس میں علمی و تحقیقی مضامین شائع ہوتے ہیں۔ حضرت امام ہمام ایدہ اللہ بنصرہ نے اس کی توسیع اشاعت کے لئے خاص تحریک فرمائی ہے۔ آپ ثواب اور اپنے استفادہ کے لئے رسالہ کا سالانہ چندہ مبلغ پانچ روپے بھیج کر خریدار بن جائیں۔

(۲) ہمیں افسوس ہے کہ کراچی سے کاغذ کا کوٹا نہ آنے کے باعث ہم یہ رسالہ یکم فروری کی بجائے پندرہ فروری کو شائع کر رہے ہیں۔

—— مینجر

"حرفِ محرمانہ" پر تبصرہ علما

آیت وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا مدعیٔ نبوت کے لئے دلیلِ صداقت ہے

"سینکڑوں علماء میں سے کوئی بھی جناب مرزا صاحب کے استدلال کا جواب نہ دے سکا" (برق)

ڈاکٹر غلام جیلانی صاحب برق نے گذشتہ سال ایک کتاب "حرفِ محرمانہ" کے نام سے تالیف کی ہے۔ یہ کتاب ہمیں ابھی دستیاب ہوئی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس کتاب کے جستہ جستہ حصوں پر تبصرہ کریں۔ یاد رہے کہ جناب برق صاحب نے عام طور پر اپنے حوالوں اور استدلال میں دوسرے مولویوں کی نقل فرمائی ہے مگر کہیں کہیں اپنے انداز میں بھی جولانی دکھائی ہے۔ ابتداءِ کتاب میں منکلفانہ طور پر آپ نے نرم انداز اختیار فرمایا ہے مگر بعد ازاں وہی حالت نظر آتی ہے جو عام طور پر مخالف علماء کا وطیرہ ہے۔ بہر حال ہم چند اقساط میں جناب برق کے "حرفِ محرمانہ" کا تجزیہ کرنا چاہتے ہیں۔ آج قسط اوّل پیش ہے ——————— (ایڈیٹر)

قرآنی معیاروں کی شان

قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کے دعویٰ کی صداقت پرکھنے کے لئے چند معیار مقرر ہیں۔ ان معیاروں کی روشنی میں ہر شخص کسی مدعیٔ نبوت و رسالت کا صادق یا کاذب ہونا پرکھ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کو اس طرف توجہ دلائی ہے کہ تم یونہی اندھا دھند مخالفت کرنے کی بجائے ان معیاروں کے رو سے ہمارے نبی کی سچائی معلوم کرو اور اسے راستباز پانے پر قبول کرو۔ ظاہر ہے کہ قریش مکہ اور کفارِ عرب و عجم قرآن مجید کو خدا کا کلام نہ مانتے تھے اسلئے ان کے سامنے قرآن مجید کے پیش کردہ معیار اپنے ساتھ عقلی اور تاریخی ثبوت رکھتے تھے اور رکھتے ہیں۔ اگر وہ معیار ایسے نہ ہوتے تو کفار یہ کہنے میں حق بجانب ہوتے کہ یہ ہم پر حجت نہیں ہیں ہم نے قرآن کریم کو کب خدا کا کلام مانا ہے؟ پھر یہ معیار قرآن مجید میں دائمی صداقت کے طور پر درج ہیں۔

اگر ان کی تائید تاریخی شواہد سے نہ ہو تو ان کی سچائی مشتبہ ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی شان میں فرمایا ہے لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ (السجدہ: ۴۲) کہ اس کتاب کا خدائے حکیم و حمید کی طرف سے ہونے کا واضح ثبوت یہ ہے کہ نہ گذشتہ واقعات (تاریخ) کے رُو سے اور نہ آئندہ علوم و انکشافات کے لحاظ سے باطل کو اس کی تردید کی جرأت ہو سکتی ہے۔ قرآن مجید کی یہ شان ہمیشہ مسلم الثبوت رہی ہے اور کسی منکرِ اسلام کو یہ حوصلہ نہیں ہوا کہ وہ ثابت شدہ تاریخ کے رو سے قرآن مجید کے کسی بیان کو جھٹلا سکے۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا والی آیت اور اس کا ترجمہ

اللہ تعالیٰ نے سورہ الحاقہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منکرین کو جو آپ کو شاعر و کاہن کہتے تھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے:-

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ • وَمَا
هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ •
وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ •
تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ • وَلَوْ
تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ •
لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ • ثُمَّ
لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ • فَمَا مِنْكُمْ
مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ •

(الحاقہ: ۴۰-۴۷)

ترجمہ:- یہ قرآن معزز رسول (فرستادہ و ایلچی) کی زبان سے پیش ہو رہا ہے یہ کسی شاعر کا تخیل نہیں ہے۔ مگر تم ایمان نہیں لاتے ہے۔ نیز یہ کسی کاہن کی باتیں نہیں ہیں مگر تم نصیحت اختیار نہیں کرتے۔ یہ تو ربّ العالمین کی طرف سے نازل شدہ کلام ہے۔ اور اگر یہ رسول جھوٹے طور پر ہماری طرف کچھ باتیں منسوب کرتا تو ہم اس کو دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے اور اس کی رگِ گردن کاٹ دیتے۔ پھر تم میں سے کوئی بھی اسے بچانے والا نہ ہوتا۔

تاریخی شہادت

کتنا واضح اور صاف معیار ہے کہ تاریخ شاہد ہے کہ کفارِ مکہ بھی اور یہود و نصاریٰ بھی اس دلیل کے سامنے گنگ ہو گئے اور ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔ حضرت امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ معیار ایک عیسائی مناظر کے سامنے پیش کیا۔ وہ عیسائی مناظر بالکل لاجواب ہو گیا۔ حضرت امام موصوف نے فرمایا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص مسلسل تیئیس[23] برس تک افتراء و کذب بیانی سے کام لے اور جھوٹے طور پر دعویٰ نبوت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے گرفت نہ کرے بلکہ اس کی تائید و نصرت فرمائے؟ ایسا ہرگز ممکن نہیں اور ایسا کبھی نہیں ہوا؟ عیسائی مناظر اس برہانِ ساطع کے سامنے محض گنگ ہو کر رہ گیا اور کوئی اشکال پیش نہ کر سکا[1]

احمدیت کے مشہور مخالف مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے واقعاتِ تاریخ کی روشنی میں اعتراف کیا کہ:-

"نظامِ عالم میں جہاں اور قوانینِ خداوندی ہیں یہ بھی ہے کہ کاذب مدعیٔ نبوت کی ترقی نہیں ہوا کرتی بلکہ وہ جان سے مارا جاتا ہے[2]"

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا استدلال

جناب برقؔ جیلانی آیت ولو تقوّل علینا اور اس کا ترجمہ درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں:-

"اس آیت سے جناب مرزا صاحب نے مندرجہ ذیل استدلال قائم کیا۔ "خدا تعالیٰ قرآن کریم میں صاف فرماتا ہے کہ جو میرے پر افتراء کرے اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں اور میں جلد مفتری کو پکڑتا ہوں اور اس کو مہلت نہیں دیتا۔ لیکن اس عاجز کے دعویٔ مجدد و مثیلِ مسیح ہونے اور دعوے ہمکلام الٰہی ہونے پر اب بفضلہ تعالےٰ گیارھواں برس جاتا ہے۔ کیا یہ نشان نہیں ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ کاروبار نہ ہوتا تو کیونکر عشرہ کاملہ تک جو ایک حصہ عمر کا ہے ٹھہر سکتا تھا۔" (نشان آسمانی ص۴۳)

"پھر تعجب پر تعجب یہ کہ خدا تعالیٰ نے ایسے ظالم مفتری کو اتنی مہلت بھی دیدی جسے آج تک بارہ برس گزر چکے ہوں اور مفتری ایسا اپنے افتراء میں بے باک ہو۔" (شہادت القرآن صفحہ ۷۹)

"خدا تعالیٰ کی تمام پاک کتابیں اس بات پر متفق ہیں کہ جھوٹا نبی ہلاک کیا جاتا ہے۔"...

[1] ...صفحہ ۵ ۔ [2] مقدمہ تفسیر ثنائی ص۱۷

"خدا تعالیٰ مفتری علی اللہ کو ہرگز سلامت نہیں چھوڑتا اور اِسی دُنیا میں اس کو سزا دیتا ہے اور ہلاک کرتا ہے۔" (اربعین ۴ ص۱۱)

"خدا تعالیٰ قرآن شریف میں بار بار فرماتا ہے کہ مفتری اِسی دُنیا میں ہلاک ہوگا۔ بلکہ خدا کے سچے نبیوں اور ماموروں کے لئے سب سے بڑی یہی دلیل ہے کہ وہ اپنے کام کی تکمیل کرکے مرتے ہیں اور اُن کو اشاعتِ دین کی مہلت دی جاتی ہے۔ اور انسان کی اس مختصر زندگی میں بڑی سے بڑی مہلت تیئیس برس ہے۔" (اربعین ۳ ص۵)

"پھر توراۃ میں یہ عبارت ہے ....

.... اِس آیت میں خدا تعالیٰ نے صاف فرمادیا کہ افتراء کی سزا خدا کے نزدیک قتل ہے۔" (اربعین ۴ ص۹)

اِن اقتباسات کا ملخّص یہ ہے کہ ہر جھوٹا نبی (مفتری) ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ چونکہ مَیں دعویٰ نبوّت کے بعد اتنے برس سے زندہ ہوں اس لئے مَیں سچّا رسول ہوں۔" (حرفِ محرمانہ ص۱۰۶)

عُلماء کی عاجزی کا اعتراف!

حضرت بانی سِلسلہ احمدیہ نے آیت ولو تقول علینا سے جو استدلال فرمایا اور علماء سے اس بارے میں مطالبہ کیا علماء اِس استدلال کا جواب دینے اور اس مطالبہ کو پورا کرنے سے بالکل عاجز رہ گئے۔ جناب برقؔ جیلانی لکھتے ہیں :-

(الف) "اِس استدلال کے سلسلے میں جناب مرزا صاحب نے مخالف علماء کو بار بار چیلنج دیا کہ اگر اسلام کی طویل تاریخ میں کوئی جھوٹا نبی ہلاک نہ ہوا ہو تو اُس کا نام بتاؤ لیکن کوئی عالم گزشتہ ستر برس میں ایک مثال بھی پیش نہ کرسکا۔" (حرفِ محرمانہ ص۱۰۶-۱۰۷)

(ب) "جناب مرزا صاحب پورے بیس برس تک اِس آیت سے استدلال فرماتے رہے۔ اِس استدلال کو ہر تصنیف میں بار بار دہراتے رہے اور لطف یہ کہ آپ کے مخالفین یعنی مولوی محمد حسین بٹالوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولوی عبدالحق غزنوی و دیگر سینکڑوں علماء میں سے کوئی ایک بھی اس استدلال کا جواب نہ دے سکا۔" (حرفِ محرمانہ ص۱۰۴)

علماء کے عجز کی وجہ

برقؔ صاحب نے تمام علماء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے استدلال کے جواب سے عاجز تسلیم کرلیا ہے۔ درحقیقت بات یہ ہے کہ قرآن مجید کے اِس واضح استدلال کا کوئی جواب نہ علماء کے پاس ہے اور نہ جناب برقؔ اس کا جواب دے سکتے ہیں۔ علماء کو عاجز و لاجواب قرار دیکر برقؔ صاحب "عالمانہ شان" میں تحریر فرماتے ہیں :-

"بات یہ ہے کہ آیۂ زیرِ بحث کا مفہوم ہمارے علماء سے آج تک مخفی رہا۔ قرآن مفسّرِ قرآن ہے۔ اِس آیہ کی تفسیر ایک اور آیت میں موجود ہے یہاں قابلِ حل صرف یہ سوال ہے کہ رسول کریم کون ہے؟ اگر اس سے مراد حضور صلعم ہوں تو جناب مرزا صاحب کا استدلال درست ہے اور اگر کوئی اور ہو تو درست

نہیں۔" (حرفِ محرمانہ صفحہ ۱۱۱)

فاضل مصنف کا یہ بیان بالکل درست ہے کہ اگر آیتِ کریمہ ولوتقوّل علینا میں ضمیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے اور رسول کریم کے لفظ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ستودہ صفات مراد ہے تو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کا استدلال سراسر درست ہے۔ اور چونکہ ساری اُمت کا اِس بات پر اجماع ہے کہ اس آیت میں رسول کریم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں اسلئے آیت کے آج تک کے مسلّمہ معانی کے رُو سے اِس آیت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت آفتاب نصف النہار کی طرح ثابت ہے۔

برق صاحب کی "جدید تاویل"

برق صاحب نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے استدلال سے بچنے کے لئے جو راہِ گریز اختیار کی ہے وہ انہی کے الفاظ میں درج ذیل ہے۔ لکھتے ہیں:۔

"رسول کریم کی تفسیر آیۂ ذیل میں ملاحظہ ہو

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ذِىْ قُوَّةٍ
عِنْدَ ذِى الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۔ مُطَاعٍ ثَمَّ
اَمِيْنٍ ۔ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ۔
وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ۔ وَمَا
هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۔ وَمَا هُوَ
بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۔ (التکویر)

سارے قرآن میں صرف یہ دو ہی آیات ہیں جن میں قرآن کو رسول کریم کا قول کہا گیا ہے پہلی آیت میں کہا گیا تھا کہ اگر یہ رسول کریم ہماری طرف غلط باتیں منسوب کرے تو ہم اسکی رگِ جان کاٹ ڈالیں۔ اور اس آیت میں اسی رسول کریم کی وضاحت کی گئی ہے۔ اِس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح مختلف مظاہر کونی کا انتظام مختلف فرشتوں کے سپرد ہے۔ روشنی کا فرشتہ سمندروں کا پانی بخارات میں بدل رہا ہے۔ برفستانوں کا فرشتہ ہواؤں کو بادلوں میں تبدیل کر رہا ہے اسی طرح ایک فرشتہ وحی کے کام پر مامور ہے وہ مشائے ایزدی سے اطلاع پا کر اور اس منشاء کو اپنے الفاظ میں ڈھال کر کسی رسول کی طرف بھیج دیتا ہے تنزیل (ترسیل۔ اتارنا) کا انتظام اللہ کرتا ہے اور مشیت کی ترجمانی وہ فرشتہ جسے قرآن میں دو مرتبہ رسول کریم کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔" (حرفِ محرمانہ صفحہ ۱۱۲-۱۱۳)

اِس انوکھی جدّت کے ذکر کے بعد جناب برق لکھتے ہیں:۔

"دیکھ لیا آپ نے کہ رگِ جان کاٹنے کی وعید اس فرشتے سے تعلق رکھتی ہے نہ کہ حضور علیہ السلام سے۔ جب بنیاد ہی نہ رہی تو پھر وہ قصرِ استدلال کیسے قائم رہ سکتا ہے جو مرزا صاحب نے صرف اسی بنیاد پہ اٹھایا تھا کہ رگِ جان والی وعید کا تعلق حضور علیہ السلام سے ہے۔" (،، صفحہ ۱۱۳)

برق صاحب کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ آیتِ قرآنی ولوتقوّل علینا کا وعید فرشتے کے بارے میں ہے کیونکہ لفظ رسول کریم سے مراد وحی لانیوالا فرشتہ ہے نہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ آئیے اب ہم جناب برق کی اِس جدّت طرازی کا جائزہ لیں۔

برق صاحب کی جدّت طرازی کا جائزہ

جناب برق کی برق رفتاری ملاحظہ ہو کہ آپ نے نفسِ آیت، اسکے سیاق و سباق، دوسری آیاتِ قرآنیہ اور عربی زبان سے سراسر بے نیاز ہو کر یہ جدّت پیدا کرنیکی کوشش کی ہے۔ ہم جدّت کے خلاف نہیں مگر قرآن مجید بازیچۂ اطفال نہیں ہے اسمیں تفسیر بالرّأی ممنوع ہے جس کے یہی معنے ہیں کہ انسان اپنی ایک رائے قائم کر کے آیتِ قرآنی کو اپنی رائے کے تابع کر دے اور آیت کے اپنے الفاظ اور دیگر آیاتِ قرآنیہ اور عربی زبان کا لحاظ نہ رکھے۔

برق صاحب نے محسوس کیا کہ علماءِ زمانہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے استدلال کا جواب نہیں دے سکتے اور انہوں نے یہ بھی ارادہ کیا کہ جواب ضرور دینا ہے قرآنی الفاظ کی اصل تفسیر کے رو سے کوئی جواب نہیں دیا جا سکتا اس بناء پر جناب برق صاحب کے "ذہنِ رسا" نے زیرِ نظر "جدت" پیدا کر دی اور انہوں نے اسے زیبِ قرطاس بنا دیا۔

اگرچہ برق صاحب نے اپنے دعویٰ پر کوئی دلیل پیش نہیں کی تاہم ہم چاہتے ہیں کہ انکی جدت کا جائزہ دلیل کی روشنی میں لیا جائے۔ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ جناب برق کی جدت طرازی سراسر غلط ہے بلکہ سورۃ الحاقہ کی آیت میں بصورت تقوّل جس رگِ جان کے وعید کا ذکر ہے اس کا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے فرشتے سے نہیں ہے۔ ہم اپنے اس دعویٰ پر مندرجہ ذیل اندرونی اور بیرونی شواہد پیش کرتے ہیں:۔

(۱) سورۃ الحاقہ کو سامنے رکھ کر ملاحظہ فرمائیں تو آپکو معلوم ہوگا کہ آیاتِ زیرِ نظر میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو مخالفین کے سامنے دلائل سے مبرہن فرمایا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکذّبین آپؐ کو کاذب قرار دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بتلایا ہے کہ آپؐ کاذب نہیں، جھوٹے نہیں، متقوّل نہیں بلکہ صادق اور منجانب اللہ رسول ہیں۔ دشمن پیغمبر علیہ السلام کو مفتری اور شاعر کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

(الف) بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ (الانبیاء: ۵) کہ منکرین نے کہا کہ یہ قرآن پراگندہ خوابیں ہیں بلکہ اس مدعی نے اسے از خود بنایا ہے بلکہ یہ شاعر ہے ورنہ یہ پہلے نبیوں کی طرح کوئی صاف نشان پیش کرے۔

(ب) اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ (الطور: ۳۰) کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے ہم حوادثِ زمانہ کے ذریعہ اسکی تباہی کے منتظر ہیں۔

(ج) وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ (الصافات: ۳۶) مکذبین کہتے ہیں کہ کیا ہم ایک دیوانہ شاعر کی خاطر اپنے معبودوں کو چھوڑ سکتے ہیں؟

ان تینوں آیات سے ثابت ہے کہ کفارِ عرب کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر شاعر ہونے کا اعتراض تھا اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحاقہ میں فرمایا ہے کہ اے لوگو! یہ قرآن تمہارے سامنے ہمارے رسول کریم کے ذریعہ پیش کیا جا رہا ہے تم جو اس رسول کریم کو شاعر قرار دیتے ہو تو یہ سراسر باطل ہے وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ۔ اس آیت نے متعین کر دیا کہ سابقہ آیت میں جس رسول کریم کا ذکر ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں نہ کہ کوئی فرشتہ کیونکہ شاعر ہونے کا الزام کفار کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تھا نہ کہ کسی فرشتے پر۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دوسرا الزام کفار کی طرف سے یہ تھا کہ آپ کاہن ہیں اور یہ کلام کہانت کا کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ (الطور: ۳۰) اے پیغمبر! تو نصیحت کرتا رہ اور کفار کے اعتراض سے پریشانِ خاطر نہ ہو تو اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہے اور نہ مجنون ہے۔

سورۃ الحاقہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو رسول کریم کا قول قرار دیکر فرمایا ہے وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ۔ کہ یہ قرآن تمہارے زعم کے مطابق کاہن کا قول ہے نہیں بلکہ رسول کریم کا قول ہے مگر تم لوگ بالکل نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ اس حصہ سے بھی صاف طور پر متعین ہو جاتا ہے کہ ان آیات میں جس وجود کو رسول کریم

قرار دیا گیا ہے وہ وہی مقدس ذات ہے جسے کفار کاہن قرار دیتے تھے۔

(۳) سورۃ الحاقہ کی آیات میں جس رسول کریم کا ذکر ہے وہ ایسی ہی ذات ہو سکتی ہے جسے بصورتِ تقوّل دائیں ہاتھ سے پکڑا جائے اور اس کی شاہ رگ کاٹی جائے۔ الوتین کے معنے لغت کے رُو سے "عرق فی القلب یجری منه الدم الی العروق کلها" کے ہیں۔ یعنی وہ رگ جس کا دل سے تعلق ہوتا ہے اس میں سے ہو کر خون تمام رگوں میں جاتا ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ صورت فرشتے پر نہیں بلکہ انسان پر ہی منطبق ہو سکتی ہے۔ انسان کی شاہ رگ کا کٹنا ہی ایسی چیز ہے جس کا مشاہدہ کفار کر سکتے تھے اور وہ اس معیار کے رُو سے انسان مدعیٔ رسالت کا صدق و کذب جانچ سکتے تھے فرشتے کی صورت میں اگر مجاز در مجاز مراد لیا بھی جائے تو یہ کفار کے لئے دلیلِ صداقت کیونکر بن سکتا ہے؟

(۴) ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے فَمَا مِنكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ کہ پھر تم میں سے کوئی بھی اس مدعیٔ رسالت کو ہماری گرفت سے نہ بچا سکتا۔ یہ آیت بھی صاف طور پر بتا رہی ہے کہ اس جگہ جس رسول کریم کی صداقت کو ثابت کیا جا رہا ہے وہ انسان ہے نہ کہ فرشتہ۔ فرشتہ کی صورت میں انسانوں کو فما منکم من احدٍ عنه حاجزین کہنا بالکل بے معنی ٹھہرتا ہے۔ کیا کبھی بھی ایسا ہوا ہے کہ انسانوں نے فرشتوں کی مدد کی ہو یا انکو تکلیف سے بچایا ہو؟ عقلاً انسان دوسرے انسان کی مدد کر سکتا ہے فرشتہ کی مدد نہیں کر سکتا۔ پس خداوند تعالیٰ کا فما منکم من احدٍ عنه حاجزین فرمانا صاف بتلاتا ہے کہ اس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں انہیں کو اللہ تعالیٰ نے رسول کریم قرار دیا ہے اور انہیں کی صداقت ثابت کرنے کیلئے اس جگہ یہ معیار بیان ہوا ہے۔

(۵) آیت میں وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ وارد ہوا ہے۔ بیشک یہ جملہ علیٰ سبیل الفرض ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صادق و مصدوق تھے مگر آپ انسان تھے۔ انسانوں میں دو قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں ایک صادق مدعی اور دوسرے متقوّل علی اللہ اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر اور آپ کو سچا ثابت کرنے کیلئے ولو تقوّل علینا بعض الاقاویل کا معیار پیش کرنا تو معقول ہو سکتا ہے لیکن فرشتوں کی تو دو قسمیں نہیں ہیں ان میں سے تو کسی کے متعلق نافرمانی اور عصیان کا تصوّر نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ (التحریم: ۷) کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ وہ وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ پس ولو تقوّل علینا سے فرشتہ مراد لینا ہرگز قرینِ قیاس نہیں۔ محض دھینگا مشتی اور تحکّم ہے۔

یاد رہے کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ قرار دیا ہے۔ اس جگہ قول سے مراد تلفظ یا ادائیگی ہے۔ عربی زبان میں قول کا لفظ ان معنوں میں مستعمل ہے۔ رسول کا کام یہی ہوتا ہے کہ وہ اپنے بھیجنے والے کے پیغام کو آگے پہنچادیتا ہے۔ فرمایا مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ (المائدہ: ۹۹) کہ رسول پیغامِ الٰہی کو پہنچانے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انّه لقولُ رسول کریم کہنے کے ساتھ ہی فرمادیا تَنْزِيلٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ کہ رسول تو پہنچانے والا ہے در اصل اس کتاب کا نزول اللہ رب العالمین کی طرف سے ہوا ہے۔

یہ پانچ امور تو خود سورۂ الحاقہ کی آیات میں مذکور ہیں جن سے متعین ہو جاتا ہے کہ اس جگہ رسول کریم سے مراد سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے نہ کہ کوئی فرشتہ۔

حضرت موسیٰ بھی رسول کریم ہیں اور مثیل موسیٰ بھی

رَسُوْلٌ کَرِیْمٌ کا لفظ قرآن کریم میں مندرجہ بالا دو آیات کے علاوہ ایک تیسری جگہ بھی آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَ
جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ۙ اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ
عِبَادَ اللّٰهِ ۭ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۙ
وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنِّىْٓ اٰتِيْكُمْ
بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۚ وَاِنِّىْ عُذْتُ
بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ۙ

(الدخان: ۱۷-۲۰)

ترجمہ:۔ ہم نے ان عربوں سے پہلے فرعون کی قوم کو عذاب دیا جب ان کے پاس ایک **رسول کریم** آیا تھا۔ اس نے فرعونیوں سے کہا کہ اللہ کے بندوں کو میرے سپرد کر دو۔ میں تمہارے لئے امانتدار رسول ہوں۔ اللہ کے خلاف سرکشی نہ کرو۔ میں تمہارے پاس واضح دلیل لایا ہوں۔ میں اپنے اور تمہارے خدا کی پناہ میں ہوں کہ تم مجھے سنگسار یا قتل کر سکو۔

ان آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے **رسول کریم** قرار دیا ہے اور ان کے قتل سے محفوظ رہنے کو ان کی صداقت کا زبردست ثبوت ٹھہرایا ہے۔ آیت قرآنی اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ڏ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا کے مطابق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ ہیں اور رؤسائے عرب فرعونوں کے مشابہ۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحاقہ میں وَاِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ کہہ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول کریم قرار دیا اور آپؐ کے قتل سے محفوظ رہنے کو آپ کی سچائی پر برہان قاطع ٹھہرایا۔ برق صاحب کا قول ہے کہ "قرآن مفسرِ قرآن ہے"۔ اب دیکھ لیجئے کہ قرآن مجید نے کس طرح سے زیر نظر آیت کی تفسیر دوسری آیت میں کر دی ہے۔

دو ضمنی باتوں پر ایک نظر

جناب برق صاحب نے جو عجیب اور نیا نکتہ پیدا کرنے کی کوشش کی تھی ہم سطور بالا میں اس پر تبصرہ کر چکے ہیں۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ نے آیت ولو تقوّل علینا بعض الاقاویل سے جو استدلال فرمایا ہے اس پر عام علماء نے جو بعض عامیانہ باتیں کی تھیں ان میں سے دو باتوں کو جناب برق نے بھی چلتے چلتے ذکر کر دیا ہے (۱) "جناب مرزا صاحب کے دعوی نبوت کے بعد احمدیوں اور غیر احمدیوں سے تقریباً بیس رسول اُٹھے" ——— جن لوگوں کیطرف برق صاحب اشارہ کر رہے ہیں وہ تقوّل کے نیچے نہیں آتے۔ تقوّل باب تفعّل کا صیغہ ہے جس میں تعمّد شرط ہے۔ جو شخص دماغی طور پر ایسی حالت میں ہو کہ اس سے تعمّد متصوّر ہی نہ ہو وہ اس ذیل میں کس طرح آ سکے گا۔ نیز یہ بھی قابل غور ہے کہ ان میں سے آیت کے مطابق کس کس نے اپنے لفظی الہامات پیش کئے ہیں اور پھر انہیں کیا قبولیت حاصل ہوئی اور پھر ان کا انجام کیا ہوا؟ الغرض یہ لوگ معیار ولو تقوّل علینا کے مطابق ہرگز سچے ثابت نہیں ہو سکتے۔ قرآن مجید نے مدعی کی سچائی پرکھنے کے لئے دیگر معیار بھی بیان فرمائے ہیں ان کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) "نیز یہ بات ناقابل تسلیم ہے کہ اس آیت (ولو تقوّل علینا) میں تو خدا افترا علی اللہ کی سزا قتل تجویز کرے اور باقی دو درجن آیات میں جہاں اسی جرم کا ذکر ہے سزا یا تو ناکامی ہو

یا اگلی دُنیا میں جہنّم اور یا صرف لعنت "

آیت ولو تقوّل کا منطوق تو واضح اور صریح ہے باقی رہا یہ سوال کہ دوسری آیات میں افترار کی سزا ناکامی یا جہنّم اور لعنت کو قرار دیا گیا ہے تو اوّل تو یہ سزائیں اس سزا کے منافی نہیں جس کا ذکر آیت ولو تقوّل علینا میں آیا ہے۔ دوم افترار اور تقوّل علی اللہ میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے۔ ہر متقوّل علی اللہ مفتری ہوتا ہے مگر ہر مفتری کا متقوّل علی اللہ ہونا ضروری نہیں ہے۔ متقوّل علی اللہ وہ مفتری ہے جو اپنے پاس سے عمداً کلمات وضع کر کے لوگوں کے سامنے پیش کر کے دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے یہ کلمات اس پر نازل کئے ہیں اور انسانوں کو ان پر ایمان لانا چاہیئے۔ مفتری کا لفظ اس سے بہت عام ہے اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو بھی ایک رنگ کا مفتری قرار دیا ہے۔ فرمایا وَلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ (المائدہ: ۱۰۲) پس ہر افترار کی سزا قطع وتین نہیں ہے۔ جس طرح افترار کے درجے ہیں اسی طرح اس کی سزائیں بھی مختلف ہیں۔ البتہ سورۃ الحاقہ کی آیت میں مدعیٔ وحیٔ رسالت کے لئے شرائطِ مقررہ کے پائے جانے کی صورت میں قطع وتین ضروری ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہی وہ معیار ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے کفارِ عرب کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو پیش فرمایا اور اس کی چمک کے آگے سب منکرین کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ اور یہی وہ معیار ہے جسے اس زمانہ میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے بڑی تحدّی اور پورے زور کے ساتھ پیش فرمایا ہے۔ اور اب بھی سارے علماء اور عوام لاجواب ہو چکے ہیں۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"تمام صادقوں کا بادشاہ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس کو وحی پانے کے لئے تیئیس برس کی عمر ملی۔ یہ عمر قیامت تک صادقوں کا پیمانہ ہے اور ہزاروں لعنتیں خدا کی اور فرشتوں کی اور خدا کے پاک بندوں کی اس شخص پر ہیں جو اس پاک پیمانہ میں کسی خبیث مفتری کو شریک سمجھتا ہے۔ اگر قرآن کریم میں آیت لو تقوّل بھی نازل نہ ہوتی اور اگر خدا کے تمام پاک نبیوں نے نہ فرمایا ہوتا کہ صادقوں کا پیمانہ عمرِ وحی پانے کا کاذب کو نہیں ملتا تب بھی ایک سچے مسلمان کی وہ محبت جو اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونی چاہیئے کبھی اس کو اجازت نہ دیتی کہ وہ یہ بے باکی اور بے ادبی کا کلمہ مُنہ پر لا سکتا کہ یہ پیمانہ وحی نبوّت یعنی تیئیس برس جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا یہ کاذب کو بھی مل سکتا ہے "

(ضمیمہ اربعین نمبر ۳ و ۴ صفحہ ۱-۲)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العٰلمین

ایک ضروری اپیل

سیّدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہٖ نے احباب کو رسالہ الفرقان کی خریداری کی طرف خاص توجہ دلائی ہے، احباب کا فرض ہے کہ فوری طور پر اس رسالہ کی خریداری کی طرف توجہ فرمائیں!

(ایڈیٹر)

تردید بہائیت

بہائیوں کا ایک سوال اور اس کا جواب

کیا جناب بہاء اللہ پہلے دعویٰ کرنیکے باعث سچے ہیں؟

عام طور پر بہائی صاحبان کہتے ہیں کہ جناب بہاء اللہ نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ سے پہلے دعویٰ کیا ہے اسلئے ہمیں ان کو سچا ماننا چاہیئے۔ اس کے جواب میں یاد رکھنا چاہیئے کہ:۔

اوّل تو اگر یہ معیار بہائیوں کو مسلم ہے تو انہیں چاہیئے کہ بہاء اللہ کو بابی پیشگوئی "من یظھرہ اللہ" کا مصداق ماننے کی بجائے میرزا اسد اللہ تبریزی، میرزا عبد اللہ غوغا، حسین میلانی، سید حسین ہندیانی اور میرزا محمد زرندی وغیرہم کو اس پیشگوئی کا مصداق قرار دیں کیونکہ ان لوگوں نے جناب بہاء اللہ سے پہلے "من یظھرہ اللہ" ہونے کا دعویٰ کیا تھا (مقدمہ نقطۃ الکاف صلا مؤلفہ پروفیسر براؤن)

دوم:۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اور جناب بہاء اللہ کے دعویٰ میں آسمان و زمین کا فرق ہے۔ ہمیں اسجگہ اس سے بحث نہیں کہ بہاء اللہ نے الوہیت کا ادعا کیا ہے اور انسانی جامہ میں خدا ہونیکا دعویٰ کیا ہے۔ ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جناب بہاء اللہ نے اپنی بعثت کا بنیادی مقصد یہ قرار دیا ہے کہ قرآنی شریعت کو منسوخ کرکے نئی شریعت قائم کرے اور اسلام کی بجائے نیا دین پیش کرے۔ اسکے مقابل پر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا مقصد یہ ہے کہ قرآنی شریعت کی برتری اور افضلیت تمام شریعتوں پر ثابت کی جائے اور اسلام کو زندہ اور دائمی و عالمگیر مذہب ثابت کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ دونو مدعیوں کے مقاصد میں مشرق و مغرب کا بُعد ہے ؏

شَتَّانَ بَیْنَ مُشْرِقٍ وَ مُغْرِبٍ

جناب بہاء اللہ قرآن مجید کے منسوخ ہونے کا اعلان کرتے ہوئے اپنی کتاب اقتدار میں لکھتے ہیں:۔

"اگر اعتراض و اعراض اہلِ فرقان نبود ہر آئینہ شریعتِ فرقان دریں ظہور نسخ مے شد"

(اقتدار صفحہ ۴۷-۴۸)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہوسکتا جو احکام فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کو تبدیل یا تغیر کرسکتا ہو۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعتِ مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۱۳۶-۱۳۷)

بہائی لوگ تو اعلان کرتے ہیں:۔

"شریعتِ فرقان بظہور مبارکش منسوخ شد"

(دروس الدیانۃ صفحہ ۱۲)

کہ بہاء اللہ کے آنے سے قرآنی شریعت منسوخ ہوگئی۔

اسکے بالمقابل حضرت بانی سلسلہ احمدیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"خدا اس شخص کا دشمن ہے جو قرآن شریف کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہے اور محمدی شریعت کے برخلاف چلتا ہے اور اپنی شریعت چلانا چاہتا ہے" (چشمۂ معرفت صفحہ ۳۲۴)

پھر آپ اپنی جماعت کو ہدایت دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں

نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذب
قیامت کے دن قرآن ہے اور بجز قرآن کے آسمان
کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلا واسطہ قرآن تمہیں
ہدایت دے سکے۔" (کشتی نوح صفحہ ۲۴)

پس ظاہر و باہر ہے کہ بہاء اللہ اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے دعاوی بالکل متناقض ہیں۔ بہاء اللہ نے قرآن مجید کو منسوخ قرار دیا۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے قرآن مجید کو ہمیشہ قائم رہنے والی شریعت ٹھہرایا اور اسکے ایک حکم کا منسوخ کیا جانا بھی محال بتلایا۔ بہاء اللہ نے اسلام کو ماضی کا ایک مذہب ٹھہرا کر بہائی ازم کو پیش کیا۔ بانی سلسلہ احمدیہ نے اسلام کو ہی زندہ اور دائمی مذہب قرار دیا اور اسی کے ذریعہ نجات کو وابستہ کیا۔ پس جب دونوں مدعیوں کے دعاوی میں بعد المشرقین ہے، انکے مقاصد ایک دوسرے کے نقیض ہیں تو یہ سوال ہی کہاں پیدا ہوتا کہ ان میں سے جس نے پہلے دعویٰ کیا ہے وہ سچا ہے۔ اصل سوال تو یہ ہے کہ کیا دعویٰ کیا ہے؟ بہائیوں کو یہ حدیث نبوی مسلّم ہے:۔ "یقیم الدین وینفخ الروح فی الاسلام یعز اللہ بہ الاسلام بعد ذلہ ویحییہ بعد موتہ" کہ امام مہدی دین اسلام کو قائم کریگا اور اسلام میں روح پھونکیگا۔ اللہ تعالیٰ اسکے ذریعہ سے اسلام کو ذلیل ہونیکے بعد عزت بخشیگا۔ اور اسکے مردہ ہو جانیکے بعد اسے زندگی عطا فرمائے گا (کتاب الفرائد صفحہ ۱۵)

پس اسلام کا موعود مسیح یا امام مہدی تو وہی ہے جو اسلام کو قائم کرنے کیلئے مبعوث ہوگا نہ کہ وہ جو اسے منسوخ کرنے کیلئے کھڑا ہوگا۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

"مجھے عین چودھویں صدی کے سر پر جیسا کہ مسیح بن مریم
چودھویں صدی کے سر پر آیا تھا مسیح الاسلام کرکے بھیجا
اور میرے لئے اپنے زبردست نشان دکھلا رہا ہے اور آسمان کے
نیچے کسی مخالف مسلمان یا یہودی یا عیسائی وغیرہ کو طاقت نہیں کہ
انکا مقابلہ کر سکے۔ اور خدا کا مقابلہ عاجز اور ذلیل انسان
کیا کر سکے۔ یہ تو وہ بنیادی اینٹ ہے جو خدا کی طرف سے ہر ایک
جو اس اینٹ کو توڑنا چاہیگا وہ توڑ نہیں سکیگا مگر یہ اینٹ جب
اس پر پڑیگی تو اسکو ٹکڑے ٹکڑے کر دیگی کیونکہ اینٹ خدا کی
اور ہاتھ خدا کا ہے۔" (کشتی نوح صفحہ ۵)

<u>حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مسیح الاسلام ہونیکے مدعی ہیں اور یہ بالکل حقیقت ہے کہ آپ سے پہلے کسی نے اس طرح مسیح الاسلام ہونیکا دعویٰ ہرگز نہیں کیا۔</u> جناب بہاء اللہ تو مسیح الاسلام ہونیکے مدعی ہی نہ تھے وہ تو اسلام کو منسوخ ٹھہراتے ہیں۔ پس حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا اپنے دعویٰ میں منفرد اور غیر مسبوق ہونا بھی ثابت ہے اور نفس دعویٰ کے لحاظ سے بھی آپ کی صداقت ثابت ہے۔

سوم۔ بہائیوں کے اس سوال کے جواب کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ احادیث نبویہ میں دو مسیحوں کا ذکر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم کشف میں دونوں بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے دکھلائے گئے ہیں۔ المسیح الدجال اسلئے بیت اللہ یعنی اسلام کے گرد طواف کر رہا ہے تا کہ اسلام میں نقص اور خامی تلاش کرے اور المسیح الموعود اسلئے بیت اللہ یعنی اسلام کے گرد طواف کر رہا ہے تا المسیح الدجال کے پیدا کردہ اعتراضات و الزامات کا رد کرے اور اس دین کی شان کو ظاہر کرے۔ شارحین احادیث نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس رؤیا کی یہی تعبیر کی ہے کہ المسیح الدجال تو "یدور حول الدین یبغی العوج والفساد" اسلام کے گرد چکر لگائیگا تا دین اسلام کیطرف کجی اور خرابی منسوب کر سکے (مجمع البحار جلد ۲ صفحہ ۳۲) اور اسکے بالمقابل المسیح الموعود "یطوف حول الدین لاقامۃ اودہ واصلاح فسادہ" اسلام کا طواف کریگا تا اسکے اود کو قائم کرے اور اسکی طرف منسوب شدہ خرابی کا علاج کرے (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ برحاشیہ صفحہ ۴)

پس صرف پہلے اور پیچھے کا سوال اصل سوال نہیں ہے بلکہ حدیث کے مطابق ہر مدعی کے کام اور مقصد کو دیکھ کر فیصلہ کیا جائیگا کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا ہے۔ امید ہے کہ ان وجوہات کی روشنی میں بہائی صاحبان پر واضح ہو جائیگا کہ جماعت احمدیہ بہاء اللہ کو اسلام کا مسیح موعود کیوں نہیں مانتی۔ +

الاعتصام کا جواب

حدیث نبویؐ میں مسلمان کی تعریف

اہلحدیث علماء سے ایک مطالبہ

جناب محی الدّین صاحب لکھوی کے "تردیدی خط" پر تبصرہ

اہلحدیثوں کے اخبار الاعتصام لاہور مورخہ ۲۶ نومبر ۱۹۵۸ء میں جناب محمد یوسف صاحب ناظم جمعیۃ اہلحدیث گوہر منڈ متصل پتوکی ضلع لاہور نے زیر عنوان "مولانا محی الدین لکھوی کا دورہ" ایک مضمون شائع کرایا تھا جس کے شروع میں انہوں نے لکھا کہ "پنجاب کے مشہور اہلحدیث خاندان کے چشم و چراغ مولانا محی الدین لکھوی ایم۔ایل۔اے آجکل تحصیل چونیاں ضلع لاہور کا دورہ فرما رہے ہیں" اس دَورہ کی رپورٹ میں اس مضمون میں لکھا ہے :۔

"انہوں (مولانا محی الدین لکھوی) نے دورانِ تقریر میں فرمایا کہ عقیدہ کوئی چیز نہیں۔ بس ہر وہ شخص جو پنجگانہ نماز ادا کرتا ہے مسلمان ہے خواہ وہ کوئی بھی عقیدہ رکھتا ہو۔ مولانا نے کہا کہ تحقیقاتی عدالت میں کسی عالم دین کو مسلمان کی تعریف کرنا نہیں آئی حالانکہ حدیث کی رو سے مسلمان وہ ہے جو حدیث من صلّی صلاتنا واستقبل قبلتنا و اکل ذبیحتنا پر عامل ہے۔ اس موقع پر انہوں نے تمام علماء کو جاہل قرار دیا۔ ایک شخص نے اُٹھ کر کہا کہ قادیانیوں کے بارہ میں جناب کا کیا خیال ہے جبکہ وہ اس حدیث پر بھی عامل ہیں؟ مولانا نے فوراً جواب دیا کہ وہ مسلمان ہیں۔ سائل نے جواباً عرض کیا اگر وہ مسلمان ہیں تو پھر آپ کے مقتدا و مطاع اب تک جیل میں کیوں پڑے ہوئے ہیں؟ اس پر مولانا نے طنز سے کہا کہ تُو کوئی جاہل وہابی معلوم ہوتا ہے۔" (الاعتصام ۲۶ نومبر ۱۹۵۸ء)

یہ بیان نہایت واضح اور صریح ہے۔ ظاہر ہے کہ اسکی اشاعت سے بعض اہلحدیثوں کو صدمہ پہنچا ہوگا۔ اور جب ہم نے اس سے استدلال کیا کہ دیکھئے اہلحدیث کے بہت بڑے عالم بھی اب احمدیوں کو حدیث کے رُو سے مسلمان مان رہے ہیں (الفرقان نومبر، دسمبر ۱۹۵۸ء) تو یقینی بات تھی کہ مولانا محی الدین صاحب کے "مخلصین" ان سے اس کی کسی طرح تردید کراتے۔ چنانچہ الاعتصام ۳۱ دسمبر ۱۹۵۸ء میں "مولانا محی الدین لکھوی کا ایک مکتوب" شائع ہوا جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ :۔

"میرا عقیدہ ہے کہ انّ اللّٰہ یدافع عن الّذین اٰمنوا مگر بعض مخلصین کے اصرار پر حسب ذیل الفاظ میں اپنے خیالات جن کا میں واقعی قائل ہوں پیش کرتا ہوں (۱) میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پکا مسلمان اور سچا اہلحدیث ہوں عملاً و عقیدتاً۔ اور دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اسی عقیدہ پر زندگی اور اسی پر موت دے اور جملہ مسلمانوں کو میری دعا میں شامل فرمائے (آمین) (۲) میرے نزدیک حدیث من صلّی صلاتنا الخ تحقیقاتی عدالت کے صدر مسٹر منیر کے سوال کا جواب ہے کہ ایک مسلم کی مانع تعریف کیا ہے؟ (کم از کم) (۳) یہ کہ میں نے مرزائیوں کو مسلمان کہا ہے بہتان ہے۔ (۴) یہ کہ میں نے کسی آدمی کو دورانِ تقریر جاہل وہابی کہا ہے جھوٹ ہے۔"

ہم سمجھتے ہیں کہ مولانا محی الدین صاحب نے اضطراری حالات میں مخلصین کے اصرار کے پیش نظر یہ خط لکھدیا ہے ورنہ ان کے سابقہ بیان اور اس تحریر میں کوئی جوڑ نہیں ہے۔ جہاں تک تقریر میں باتیں بیان کرنے کا تعلق ہے ان کا راوی بھی ناظم جمعیۃ اہلحدیث ہے اور اب مزعومہ تردید بھی اہلحدیث مولوی صاحب

کی طرف سے ہے' وہ فیصلہ کر لیں کہ کس نے غلط بیانی کی ہے یا کون اب غلط بیانی کر رہا ہے۔ ہمارے نزدیک مولانا محی الدین صاحب کا خط بتا رہا ہے کہ یہ محض سیاسی تردید ہے ورنہ بات وہی درست ہے جو جناب ناظم جمعیۃ اہلحدیث نے ۲۶ نومبر کے الاعتصام میں شائع کرائی ہے۔ اس کے لئے تو بڑی مومنانہ جرأت کی ضرورت تھی کہ مولانا محی الدین صاحب "مخلصین کے اصرار" کے باوجود اپنے قول کی تردید نہ کرتے بلکہ اس کی تصدیق کا اعلان فرماتے۔ ایک ماہ کے اصرار کے بعد آخر ان کے مخلصین ان کا یہ مزعومہ خط ۱۳ دسمبر کے الاعتصام میں شائع کرانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

ہمارے لئے مولانا محی الدین صاحب لکھوی کے نام سے شائع شدہ خط باعث تعجب نہ تھا ہاں مدیر الاعتصام کے الفاظ ذیل ضرور باعث حیرت ہیں۔ لکھتے ہیں:۔

"مولانا محی الدین لکھوی نے پچھلے دنوں تحصیل چونیاں ضلع لاہور کا دورہ جماعت اسلامی کی طرف سے کیا تھا اسمیں انہوں نے بعض مقامات پر تقریریں بھی کی تھیں ان کی تقریروں کے بعض حصوں پر جماعت اہلحدیث کے کچھ لوگوں نے اعتراض کئے تھے جس کے متعلق الاعتصام میں انکے مکتوب شائع ہو چکے ہیں اور مولانا محی الدین صاحب اس ضمن میں اصل پوزیشن واضح کر چکے ہیں۔ مولانا پر ایک اعتراض یہ کیا گیا تھا کہ انہوں نے حدیث من صلّی صلاتنا کی رو سے مرزائیوں کو حلقہ بگوش اسلام قرار دیا ہے لیکن مولانا نے جواب میں فرمایا کہ مرزائی اس حدیث کی تعریف میں نہیں آتے اور یہ حدیث مرزائیوں کو اپنے دائرہ تشریح سے خارج کرتی ہے۔"

(الاعتصام ۱۲ جنوری ۵۸ء)

ہم نے مولانا محی الدین صاحب لکھوی کے تردیدی خط کا اقتباس اوپر درج کر دیا ہے انہوں نے اس کی تردید نہیں کی کہ تقریر میں حدیث من صلّی صلاتنا کو مسلمان کی تعریف کے طور پر انہوں نے پیش کیا تھا اور نہ ہی اسکی تردید کی ہے کہ کسی نے اس حدیث کے رو سے اسوقت احمدیوں کے مسلمان ثابت ہو جائیگا سوال کیا تھا اور نہ ہی انہوں نے یہ کہا ہے کہ میں نے اسوقت جواب میں یہ نہیں کہا تھا کہ ہاں اس حدیث کے رو سے احمدی مسلمان ثابت ہوتے ہیں۔ انہوں نے تو اب خط میں مخلصین کے اصرار پر ان "خیالات" کا ذکر کیا ہے جن کے اب وہ "واقعی قائل" ہیں مگر حیرت اور تعجب ہے کہ مدیر اعتصام خواہ مخواہ لکھ رہے ہیں کہ:۔

"مولانا نے جواب میں فرمایا کہ مرزائی اس حدیث کی تعریف میں نہیں آتے اور یہ حدیث مرزائیوں کو اپنے دائرہ تشریح کو خارج کرتی ہے۔"

یہ بات نہ مولانا نے چونیاں کے دورہ میں کہی تھی اور نہ ہی الاعتصام میں شائع شدہ مکتوب میں درج ہے۔ یہ بات تو مدیر اعتصام نے بدستی مولانا کے منہ میں ڈال رہے ہیں اور شاید "اصرار" کے بعد ان سے کبھی یہ غلط بات کہلوا بھی لیں کیونکہ مولانا مخلصین کے اصرار کے آگے نرم ہو جانیکے عادی ہیں۔

اب ہمارا ایک مطالبہ ہے کہ مولانا لکھوی، مدیر الاعتصام اور جملہ اہلحدیث علماء بتلائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث

من صلّی صلاتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذٰلک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ

صحیح حدیث ہے یا نہیں؟ نیز بتائیں کہ اس حدیث نبوی میں مسلمان کی تعریف مذکور ہے یا نہیں؟ اگر آپکو مسلمان کی یہ تعریف مسلّم ہے تو فرمائیے کہ جس شخص پر یہ تعریف صادق آئیگی آپ اسے مسلمان مانیں گے یا نہیں؟ اگر نہیں مانیں گے تو فرمائیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کس مصرف کے لئے ہے؟ آپ لوگ خدا ترسی سے کام لیکر اس واضح سوال کا واضح جواب عنایت فرما دیں۔ فی الحال آپ اس بات کو نظر انداز فرما دیں کہ مولانا لکھوی نے کیا کہا تھا یا آپکے جواب سے احمدیوں کا مسلمان ہونا لازم آ جائیگا۔ آپ لوگ اہلحدیث ہیں آپ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے بارے میں سوال ہے آپ حدیث نبوی الساکت عن الحق کے وعید کو مدنظر رکھ کر ہمارے اس سوال کا جواب دیں۔ کیا آپ ایسا کرینگے؟

البیان

قرآن مجید کا سلیس اردو ترجمہ مختصر و مفید تفسیری حواشی کے ساتھ

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ
لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا ٱللَّهَ وَبِٱلْوَالِدَيْنِ
إِحْسَانًا وَذِي ٱلْقُرْبَىٰ وَٱلْيَتَٰمَىٰ وَ
ٱلْمَسَٰكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّ
أَقِيمُوا ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُوا ٱلزَّكَوٰةَ ثُمَّ
تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِّنكُمْ وَأَنتُمْ
مُّعْرِضُونَ ۝ وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ لَا
تَسْفِكُونَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُونَ
أَنفُسَكُم مِّن دِيَارِكُمْ ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ
وَأَنتُمْ تَشْهَدُونَ ۝ ثُمَّ أَنتُمْ هَٰٓؤُلَآءِ
تَقْتُلُونَ أَنفُسَكُمْ وَتُخْرِجُونَ فَرِيقًا
مِّنكُم مِّن دِيَارِهِمْ تَظَاهَرُونَ عَلَيْهِم
بِٱلْإِثْمِ وَٱلْعُدْوَانِ ط وَإِن يَأْتُوكُمْ
أُسَٰرَىٰ تُفَٰدُوهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ
إِخْرَاجُهُمْ ط أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ ٱلْكِتَٰبِ
وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ ۝ فَمَا جَزَآءُ مَن
يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي
ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا ۝ وَيَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ
يُرَدُّونَ إِلَىٰٓ أَشَدِّ ٱلْعَذَابِ ط وَمَا
ٱللَّهُ بِغَٰفِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ أُولَٰٓئِكَ
ٱلَّذِينَ ٱشْتَرَوُا ٱلْحَيَوٰةَ ٱلدُّنْيَا بِٱلْآخِرَةِ
فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ ٱلْعَذَابُ وَلَا هُمْ

(ترجمہ) اور (اسوقت کو بھی یاد کرو) جب ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کروگے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کروگے۔ رشتہ داروں۔ یتیموں اور مسکینوں سے بھی۔ اور تمام انسانوں سے اچھی بات کیا کروگے۔ نیز (تمہارا فرض ہے کہ) تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ پھر (اس پختہ اقرار کے بعد) تم سب نے (پابندی عہد سے) منہ پھیر لیا سوائے چند لوگوں کے اور تم درحقیقت (حق سے) اعراض کرنیکے عادی لوگ ہو۔ اور (اسوقت کو بھی یاد کرو) جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا کہ تم باہم خونریزی نہ کروگے اور اپنے بھائیوں کو گھروں سے جلا وطن نہ کروگے تم نے اس عہد کی پابندی کا اقرار کیا اور تم سب گواہ ہو اور آج بھی اس کا اعتراف کرتے ہو پھر (واقعہ یہ ہے کہ) تم وہ لوگ ہو جو اپنے بھائیوں کو ناحق قتل کرتے ہو اور اپنے میں سے ایک گروہ کو ان کے گھروں سے نکالتے ہو ان کے خلاف گناہ اور تعدی کی راہ سے ایک دوسرے کی مدد کرتے ہو۔ اور پھر اگر وہ لوگ قیدی ہونیکی صورت میں تمہارے پاس آتے ہیں تو تم انکا فدیہ ادا کرتے ہو (اور انہیں آزاد کراتے ہو) حالانکہ ان کا گھروں سے نکالنا بجائے خود تم پر حرام تھا۔ کیا تم لوگ شریعت کے بعض احکام پر ایمان لاتے ہو اور باقی بعض کا انکار کرتے ہو۔ پس (سن رکھو کہ) تم میں سے جو شخص بھی ایسا وطیرہ اختیار کریگا اس کا بدلہ دنیوی زندگی میں رسوائی و ذلت کے سوا کچھ نہیں ہوگا پھر قیامت کے روز یہ لوگ سخت ترین عذاب کی طرف لوٹائے جائینگے۔ اللہ تعالیٰ ان اعمال سے غافل نہیں ہے

ع ۱۰ يُنْصَرُوْنَ ○ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ
وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ز وَاٰتَيْنَا
عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ
بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ
بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ
فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ○ وَ
قَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ
بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ○ وَلَمَّا
جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ
لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ
عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا
عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ز فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى
الْكٰفِرِيْنَ ○ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ
اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ
يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ج فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى
غَضَبٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ○
وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ
اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَ
يَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ج وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا
لِّمَا مَعَهُمْ ؕ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ
اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ وَلَقَدْ
جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ
الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ○
وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ
الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ
قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ق وَاُشْرِبُوْا فِىْ
قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ قُلْ بِئْسَمَا
يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

جو تم کر رہے ہو • یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آخرت کو بیچ کر یا چھوڑ کر ورلی زندگی کو خرید لیا ہے یا اختیار کیا ہے پس ان کے عذاب میں (مدتِ مقررہ میں) کچھ تخفیف نہ کی جائے گی اور نہ انکی مدد کی جائیگی • یقیناً ہم نے موسیٰؑ کو کتاب (شریعت) دی اور ان کے بعد پے در پے رسول مبعوث کئے۔ پھر عیسیٰ بن مریم کو ہم نے بیّنات دیئے اور انکی روح القدس کے ذریعہ سے تائید کی۔ کیا (تمہارا یہ حال نہ رہا کہ) جب کبھی تمہارے پاس رسول آیا جو ایسی تعلیم پیش کرتا تھا جسے تمہارے (بگڑے ہوئے) نفس پسند نہ کرتے تھے تو تم نے تکبر کیا اور ان رسولوں میں سے ایک حصہ کی کھلے بندوں تکذیب کی اور ایک حصہ کو تم قتل تک کرتے تھے • ان (منکر) لوگوں نے کہا کہ ہمارے دل تمہاری باتوں سے اثر پذیر نہیں ہوتے وہ پردہ میں ہیں۔ ایسا نہیں بلکہ (حقیقت یہ ہے) اللہ تعالیٰ نے ان پر انکے کفر کی وجہ سے لعنت ڈال دی ہے پس وہ اب ایمان لانے کی توفیق نہیں پاتے • اور جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی کتاب آگئی جو انکی کتابوں کی پیشگوئیوں کی مصداق اور انکی تعلیم کی مصداق ہے اور وہ قبل ازیں (ایسی کتاب کے آنے پر) کفار پر فتح پانے کی خواہش رکھتے تھے۔ مگر جب انکے پاس ایسی کتاب آگئی جسے وہ خوب پہچانتے ہیں انہوں نے اس کا انکار کر دیا پس ایسے (دیدہ دانستہ) کافروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے • کتنا برا اور بھونڈا یہ معاوضہ ہے جو انہوں نے اپنی جانوں کے بدلہ میں لیا ہے یعنی یہ کہ وہ ازراہِ تمرد و سرکشی اللہ تعالیٰ کی نازل فرمودہ شریعت کا انکار کریں کیونکہ (انہیں غصہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنا فضل نازل کر دیتا ہے۔ پس (اس وجہ سے) ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی در ناراضگی حاصل کی۔ ایسے کافروں کیلئے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ذلیل کن عذاب مقرر ہے • ان لوگوں سے جب یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کلام پر ایمان لاؤ تو کہتے ہیں کہ ہم تو اسی کو مانتے ہیں جو ہم پر نازل کیا گیا ہے۔ یہ لوگ اسکے علاوہ ہر کلامِ ربانی کا انکار کرتے ہیں حالانکہ وہ ایسا حق ہے جو انکی کتابوں کی پیشگوئیوں کا مصداق ہے۔ ان سے کہو کہ اگر تم مومن تھے تو قبل ازیں خدا تعالیٰ کے نبیوں کو کیوں قتل کرتے

مُّؤْمِنِيْنَ ○ قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ
الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ
النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ ○ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًاۢ بِمَا
قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ
بِالظّٰلِمِيْنَ ○ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ
النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ
اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ
اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ
مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ
بِمَا يَعْمَلُوْنَ ○ ع 11

رکھتے ہو؟ ● تمہارے پاس موسیٰ بینات لیکر آئے پھر تم نے ان کی ذراسی غیر حاضری میں بچھڑے کو معبود بنالیا اور تم مشرک ہوگئے ● پھر (اسوقت کو بھی یاد کرو) جب ہم نے تم سے ایک پختہ عہد باندھا جبکہ تم پر ہم نے طور کو بلند کیا تھا (یعنی تم دامن طور میں تھے) ہم نے کہا تھا کہ جو احکام ہم دے رہے ہیں ان پر مضبوطی سے عمل پیرا ہوجاؤ اور ہمیشہ ہماری آواز پر کان دھرو۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے سُن لیا مگر (عملی طور پر) ہم نے نافرمانی کی ہے۔ ان لوگوں کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت رچ گئی تھی۔ ان سے کہو کہ اگر تم ایماندار ہو تو تمہارا یہ ایمان تمہیں کیسی بُری باتوں کا حکم دیتا ہے ● پھر ان سے کہو کہ اگر (تمہارے زعم کے مطابق) اللہ تعالیٰ کا اگلا جہان باقی لوگوں کی بجائے تمہارے ہی لئے مخصوص ہے تو تم موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو ● یہ لوگ کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے اس وجہ سے کہ انہیں پتہ ہے ان کے ہاتھوں نے کونسے اعمال آگے بھیجے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی ظالموں کو خوب جاننے والا ہے ● تم ایسا پاؤ گے کہ یہ لوگ سارے جہان سے حتیٰ کہ مشرکوں سے بھی دنیوی زندگی پر زیادہ حریص ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی خواہش ہے کہ کاش اسے ہزار برس عمر مل جائے حالانکہ اسکا اتنی لمبی عمر پانا بھی اسے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ اللہ تعالیٰ ان کے کاموں کو اچھی طرح دیکھنے والا ہے۔

تفسیر:- ان دونوں رکوعوں میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے اپنے عہود اور ان کی نافرمانیوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اس بیان سے مقصود یہ ہے کہ بنی اسرائیل کی بگڑی ہوئی حالت اور ان کی بدعملی خود اس امر کی مقتضی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا فرستادہ مبعوث ہوتا۔

ان آیات میں قرآن مجید کو موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کی کتابوں یا پیشگوئیوں کا مصدق قرار دیا گیا جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید ان پیشگوئیوں کا مصداق ہے۔ اگر یہودی اور دیگر اہل کتاب قرآن مجید پر ایمان نہ لائیں تو اس کے معنے یہ ہیں کہ وہ ان پیشگوئیوں کو سچا ثابت نہیں کرسکتے تھے جو قرآن مجید کے نزول سے سچی ثابت ہوئی ہیں۔ نیز یہ بھی مطلب ہے کہ قرآن مجید کتب سابقہ کا مکذب نہیں، ان کے منجانب اللہ ہونے کا انکاری نہیں، ان کے نبیوں کو جھوٹا نہیں بلکہ سچا قرار دیتا ہے اور کتب سابقہ کی بنیادی اور دائمی صداقتوں کو اپناتا ہے۔ پس اہل کتاب قرآن مجید پر ایمان لاکر اپنی کسی قیمتی متاع کو کھوئیں گے نہیں بلکہ اس طرح انہیں مزید ایک بہترین اور بیش قیمت ذخیرہ ہاتھ آئے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے پانے والے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں عوام بنی اسرائیل اور ان کے علماء کی زبوں حالی بیان فرما کر انہیں اسکی اصلاح کی طرف توجہ دلائی ہے اور اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی ضرورت کو واضح فرمایا ہے۔ ان آیات کا ایک مدعا یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کو توجہ دلائی جائے کہ وہ قرآن مجید کے بارے میں وہ رویہ اختیار نہ کریں جو یہود نے تورات کے متعلق اختیار کر رکھا تھا یعنی جن احکام کی تعمیل کرنے کو دل چاہا ان کو مان لیا اور باقی احکام کو درخورِ اعتنا نہ سمجھا۔ یہ طریق کتاب الٰہی کی توہین ہے اور اس سے احکام خداوندی کا استخفاف لازم آتا ہے۔ یہودی اس روش کی وجہ سے موردِ غضب الٰہی بن چکے ہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی

قرآن مجید کے بارے میں اسی طریق کو اختیار کرو اور موردِ قہرالٰہی ٹھہرو۔ واقعات کی روشنی میں الشیخ الاستاذ محمد عبدہٗ المصری کا یہ قول بالکل درست تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ انہوں نے فرمایا:۔

"ھٰکذا کان الیھود فی زمن التنزیل وقد اتبعنا سننھم وتلونا تلوھم نظھر فینا تأویل الحدیث الصحیح لتتبعن سنن من قبلکم شبراً بشبرٍ وذراعاً بذراع"۔ (تفسیر المنار جلد اول ص ۳۵۹)

کہ نزول قرآن مجید کے وقت یہود کا یہ حال تھا اور اب ہماری حالت یہ ہے کہ ہم نے ان کے راستہ کو اختیار کرلیا ہے اور ان کے نقشِ قدم پر چل پڑے ہیں۔ ہم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بالکل صادق آچکی ہے کہ "اے مسلمانو! تم اپنے سے پہلے لوگوں کی پوری پوری پیروی کروگے، بالشت بالشت کے مطابق اور ہاتھ ہاتھ کے مطابق"۔

ان آیات میں جن امور کے کرنے یا نہ کرنیکا عہد لینے کا ذکر ہے ان کے لئے بائیبل کے حوالہ جاتِ ذیل ملاحظہ فرمائے جائیں۔

لا تعبدون الا اللہ ۔۔۔ خروج ۲۰/۲-۳ ۔ وبالوالدین احسانا ۔۔۔ خروج ۲۰/۱۲ ۔ وذی القربیٰ ۔۔۔ احبار ۱۹/۱۸-۱۹ ۔ و الیتامیٰ ۔۔۔ استثناء ۱۵/۲۹ ۔ والمساکین ۔۔۔ استثناء ۱۵/۱۱ ۔ وقولوا للناس حسناً ۔۔۔ خروج ۲۳/۱-۷ ۔ واقیموا الصلوٰۃ ۔۔۔ استثناء ۱۳/۴ ۔ واتوا الزکوٰۃ ۔۔۔ خروج ۲۳/۱۰-۱۱ ۔ لا تسفکون دماءکم ولا تخرجون انفسکم من دیارکم ۔۔۔ خروج ۲۰/۱۳ و ۲۱/۱۲ ۔ اسرائیل کے غلام نہ بنانے کا ذکر احبار ۲۵/۳۹-۴۳ میں آیا ہے۔

آیت کریمہ افتؤمنون ببعض الکتٰب وتکفرون ببعض فما جزاء من یفعل ذٰلک منکم الا خزیٌ فی الحیٰوۃ الدنیا میں مسلمانوں کیلئے بھی بڑا سبق ہے کہ اسلام اور قرآن کے ذریعہ سے مجدو بزرگی کا حصول اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ ساری شریعت کو قائم کیا جائے اور سارے دین کو اپنایا جائے۔ ادھوری پیروی اور عمداً ناقص پابندی کے نتیجہ میں نہ آخرت میں سرخروئی حاصل ہوتی ہے اور نہ ہی دنیا میں کامیابی و کامرانی نصیب ہوتی ہے۔ نیز اس آیت میں غیر مسلموں کے اس اعتراض کا بھی جواب ہے جو کہتے ہیں کہ مسلمان قرآن پر عمل کرنے کی وجہ سے پسماندہ قوم بنکر رہ گئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان قرآن کو چھوڑنے کی وجہ سے ذلیل ہوکر رہ گئے ہیں۔ اے کاش کہ مسلمان اب بھی رجوع الی القرآن اختیار کریں۔

آیت کریمہ وآتینا عیسی ابن مریم البینٰت وایدناہ بروح القدس میں دراصل یہودیوں اور عیسائیوں کے اعتراض اور غلو کا جواب دیا گیا ہے ورنہ یہ کوئی ایسی خصوصیت نہیں جو دیگر انبیاء کو حاصل نہ ہو۔ ہر نبی بیّنات لیکر آتا ہے اور ہر نبی روح القدس سے تائید یافتہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کانت تأتیھم رسلھم بالبیّنٰت (المؤمن: ۲۳) کہ سب نبی بیّنات لیکر آتے تھے۔ روح القدس سے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بھی تائید یافتہ تھے فرمایا اولٰئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ (المجادلہ) بات یہ تھی کہ یہودی کہتے تھے کہ مسیحؑ کاذب اور ناپاک تھے (معاذ اللہ) اسلئے ان سے کوئی معجزہ ظاہر نہ ہوا اور روح القدس کی تائید انہیں حاصل نہ تھی۔ عیسائی کہتے تھے کہ مسیح ابن اللہ ہے اسلئے وہ اقتداری رنگ میں معجزات دکھلاتے تھے نیز روح القدس اور مسیح دونو مستقل اقانیم ہیں اللہ تعالیٰ نے آتینا عیسی ابن مریم البینٰت وایدنٰہ بروح القدس کہہ کر دونوں قوموں کا رد کردیا۔ فرمایا مسیحؑ نے معجزات تو دکھائے ہیں۔ یہودی غلط کہتے ہیں۔ ہاں یہ معجزات ہم نے اسے بخشے تھے اس کے اقتداری نہ تھے۔ پس عیسائیوں کا خیال بھی باطل ہے۔ پھر مسیحؑ کو روح القدس سے ہم نے تائید یافتہ بنایا تھا اسلئے نہ وہ ناپاک تھا اور نہ ہی اقنوم اور ابن اللہ تھا۔ روح القدس بھی اور مسیحؑ بھی خدا کے عاجز بندے ہیں، خدا نہیں ہیں ✦

قرآن کی عظمت کے متعلق عیسائی دنیا کے خیالات

(از جناب میاں محمد عبدالحق صاحب [illegible])

اسلام کے عالمگیر مذہب ہونے کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ ہر زمانہ اور ہر ملک کے لوگ اس کے شرعی قوانین، مساوات باہمی اور فطری تعلیم کے معترف ہیں۔ یورپ کے بڑے بڑے فلاسفر اور تاریخ دان جب تنہائی میں بیٹھ کر اسلام اور بانی اسلام حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پر غور کرتے ہیں تو ان کے دل اس یقین سے لبریز ہو جاتے ہیں کہ فی الواقع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی اس تعلیم کا ایک عملی نمونہ ہے جو اسلام پیش کرتا ہے اور جس پر عمل پیرا ہو کر قوموں کی داخلی اور خارجی مشکلات ختم ہو سکتی ہیں۔ ذیل میں ہم یورپ کے فلاسفر، مورخین اور ادبا کی اُن تحریرات کا ترجمہ نقل کرتے ہیں جن کو پڑھ کر ہر شخص بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ قرآن پاک ہی وہ کتاب ہے جو انسانوں کے ذہنی ارتقاء کے لحاظ سے ایک مکمل شریعت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ نبی ہیں جن کی پیش کردہ تعلیم قابل عمل اور باعث نجات ہو سکتی ہے۔

(۱) ریورنڈ باسورتھ عیسائی مورخ لکھتا ہے :۔

"نیرنگیٔ اتفاق سے جو تاریخ میں اپنی مثال نہیں رکھتی۔ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے ایک ہی وقت میں تین چیزوں کی بنیاد ڈالی ہے۔ قوم کی، سلطنت کی اور مذہب کی۔ اور ایک ایسا شخص ہو کر جو نہ لکھ سکتا تھا اور نہ پڑھ سکتا تھا۔ آپ نے دنیا کو ایک ایسی کتاب دی ہے جو ایک ہی وقت میں نظم بھی ہے، قانون بھی ہے۔ کتاب الدعا بھی ہے اور بشارتوں کی مقدس کتاب بھی ہے اور آج کے دن تک تمام نسل انسانی کا چھٹا حصہ اس کی طرز تحریر [illegible] مقبولیت کو ایک زندہ معجزہ سمجھتا ہے۔ پیغمبر اسلام نے اسی ایک معجزے کا دعویٰ کیا تھا اسے قائم اور دائم معجزہ قرار دیا تھا اور یہ واقعہ ایک معجزہ ہے۔" (محمد اینڈ محمڈازم صفحہ ۱۴-۱۵)

(۲) لین پول قرآن پاک کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ :۔

"قرآن حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایسے نازک وقت میں دنیا کے سامنے پیش کیا جبکہ ہر طرف تاریکی اور جہالت کی حکمرانی تھی۔ اخلاقِ انسانی کا جنازہ نکل چکا تھا اور بت پرستی کا ہر طرف زور تھا۔ قرآن نے اُن تمام گمراہیوں کو مٹایا جن کو دنیا پر چھائے ہوئے مسلسل کئی صدیاں گذر چکی تھیں۔ قرآن نے دنیا کو اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی اور اصول مدنیت اور علوم و حقائق سکھائے۔ ظالموں کو رحم دل اور وحشیوں کو پرہیزگار بنا دیا۔ اگر یہ کتاب شائع نہ ہوتی تو انسانی اخلاق تباہ ہو جاتے اور دنیا کے باشندے برائے نام انسان رہ جاتے۔"

(گارڈنس آف ہولی قرآن)

(۳) ڈاکٹر موریس فرانسیسی مترجم قرآن اپنے خیالات کا یوں اظہار کرتا ہے :۔

"قرآن کیا ہے؟ قرآن کی اگر کوئی تعریف ہو سکتی ہے جس میں کسی طرح کا نقص نہ نکل سکتا ہو تو وہ اس کی فصاحت و بلاغت ہے مقاصد کی خوبی اور مطالب کی خوش اسلوبی کے اعتبار

یہ کتاب تمام آسمانی کتابوں پر فائق ہے۔ بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کی ازلی عنایت نے انسان کے لئے جو کتابیں تیار کی ہیں ان سب میں یہ بہترین کتاب ہے اور اس کے نغمے انسان کی خیر و فلاح کے متعلق فلاسفۂ یونان کے نغموں سے کہیں بڑھ کر ہیں۔ تمام آسمانی کتابوں میں سے جو حضرت داؤد کے زمانہ سے جان تالموں کے عہد تک نازل ہوئیں کسی ایک نے اس کی ایک ادنیٰ سورۃ کا بھی مقابلہ نہیں کیا۔ اس کے نئے سے نئے عجائبات جو روز بروز نکلتے آتے ہیں اور اسکے اسرار جو کبھی ختم نہیں ہوتے مسلمان ادیب جب انہیں پڑھتے ہیں تو سجدہ کرنے لگتے ہیں اور قیامت تک کے لئے اس کو سرمایۂ ناز سمجھتے ہیں۔"

(رسالہ لابارول فرانس رمان)

(۴) ٹالسٹائی روسی فلاسفر قرآن شریف کے متعلق لکھتا ہے کہ :-

" قرآن مسلمانوں کی ایک مذہبی کتاب ہے۔ جس کی نسبت ان کا یہ خیال ہے کہ اس کو خدا نے نازل کیا ہے۔ یہ کتاب عالَم انسانی کی رہنمائی کے لئے ایک بہترین رہبر ہے۔ اس میں تہذیب ہے، شائستگی ہے، تمدّن ہے، معاشرت ہے اور اخلاق کی اصلاح کے لئے ہدایت ہے۔ اگر صرف یہ کتاب دُنیا کے سامنے ہوتی اور کوئی ریفارمر پیدا نہ ہوتا تو یہ عالمِ انسانی کی رہنمائی کے لئے کافی تھی۔ ان فائدوں کے ساتھ جب ہم اس بات پر غور کرتے ہیں کہ یہ کتاب ایسے وقت میں دُنیا کے سامنے پیش کی گئی تھی جبکہ ہر طرف آتش و فساد کے شرارے بلند تھے۔ خونخواری اور ڈاکہ زنی کی تحریک جاری تھی اور فحش باتوں سے بالکل پرہیز نہ کیا جاتا تھا اور اس کتاب نے ان گمراہیوں کا خاتمہ کیا تو ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔"

(دی لائٹ آف دی ایسٹ ص۱۴۸)

(۵) مورخِ اعظم ایڈورڈ گبن کہتا ہے کہ :-

" ہر انصاف پسند آدمی اس حقیقت کا اقرار کرنے کے لئے مجبور ہے کہ قرآن ایک بے نظیر قانونِ ہدایت ہے۔ اس کی تعلیمات فطرتِ انسانی کے مطابق ہیں۔ اور وہ اپنے اثر کے لحاظ سے ایک حیرت انگیز پوزیشن رکھتا ہے۔ اس نے وحشی عربوں کی زبردست اصلاح کی۔ ہمدردی اور محبت کے جذبات سے ان کے دلوں کو معمور کر دیا۔ اور قتل و خونریزی کو ممنوع قرار دیا۔ یہ اس کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔" (ہسٹری آف دی ورلڈ ص۲۸۵)

(۶) مسٹر کارلائل قرآن حکیم کی عظمت کا ان الفاظ میں اظہار کرتا ہے :-

" قرآن ایک آسان اور عام فہم مذہبی کتاب ہے جس کی نسبت مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اس کو خدا نے بھیجا ہے۔ یہ کتاب ایسے وقت میں دُنیا کے سامنے پیش کی گئی تھی جبکہ طرح طرح کی گمراہیاں مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک پھیلی ہوئی تھیں۔ انسانیت و شرافت

تہذیب و تمدن کا نام و نشان مٹ چکا تھا ہر طرف بے چینی اور بد امنی نظر آتی تھی اور نفس پروری کی ظلمتوں کا طوفان اُمڈ آیا تھا۔ قرآن نے اپنی تعلیمات سے امن و سکون اور محبت کے جذبات پیدا کئے۔ بے حیائی کی ظلمتیں کافور ہو گئیں اور ظلم و ستم کا بازار سرد ہو گیا۔ ہزاروں گمراہ راہِ راست پر آ گئے اور بے شمار وحشی شائستہ بن گئے۔ اس کتاب نے دنیا کی کایا پلٹ دی۔ اس نے جاہلوں کو عالم، ظالموں کو رحم دل اور عیش پرستوں کو پرہیزگار بنا دیا۔ یہی وہ کتاب ہے جو آج چالیس کروڑ آدمیوں کے دلوں پر حکومت کرتی ہے اور وہ اس کی تعظیم کے لئے وقف ہیں۔"

(دی پاپولر ریلیجن آف ورلڈ صفحہ ۱۱۵)

(۷) "قرآن کی زبان بلحاظ الفاظ خوب نہایت فصیح ہے۔ اس کی انشائی خوبیوں نے اُسے اب تک بے مثل اور بے نظیر ثابت کیا ہے۔ علاوہ ازیں اس کے احکام بمقدر مطابق عقل و حکمت واقع ہوئے ہیں کہ اگر انسان انہیں چشم بصیرت سے دیکھے تو وہ ایک پاکیزہ زندگی بسر کرنے کا کفیل ہو سکتا ہے۔"

(پاپولر انسائیکلو پیڈیا جلد ۷ صفحہ ۳۲۶)

مندرجہ بالا اقتباسات اِس بات کی روشن دلیل ہیں۔ کہ قرآن پاک ہی ایک ایسی کتاب ہے جس میں ہر مشکل کا حل موجود ہے۔ سچ ہے ؎

یا الٰہی تیرا فرقان ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اِس میں مہیا نکلا

اہل بہاء سے دس ضروری سوال

(بقیہ صفحہ ۳۲)

"پہلے ادیان میں دُنیا کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا (۱) مومن (۲) کافر۔ لیکن آج کوئی فرق نہیں ہے کسی کو ایک دوسرے کو کافر سمجھنے کا حق حاصل نہیں۔"

(رسالہ "نئے دن کا طلوع" صفحہ ۹)

لیکن جناب بہاء کی بطور "مشتے نمونہ از خروارے" ایک عبارت یہ ہے:۔

"قل یا ملعون انّك لو آمنت بالله ثم کفرت بعزّه وبهائه"

(الواح صفحہ ۲۵۹)

گویا وہ اپنے مخالفوں کو ملعون اور کافر کہتے ہیں۔ اب بتایا جائے کہ ہاتھی کے دانت دکھانے کے کونسے ہیں اور کھانے کے کونسے؟

بہائی تحریک پر تبصرہ

ہماری طرف سے سنہ ۱۹۴۳ء میں بہائیت کے خلاف ایک نہایت اہم کتاب "بہائی تحریک پر تبصرہ" شائع ہوئی تھی جس میں اس تحریک کی تاریخ اور عقائد پر تبصرہ کے علاوہ بہائیوں کی مخفی شریعت موسومہ اقدس کو من و عن شائع کر دیا گیا تھا۔

بہائی صاحبان کافی جدوجہد کے باوجود اس کتاب کے جواب سے سراسر عاجز رہے ہیں۔

اب اِس کتاب کا نیا ایڈیشن متعدد اضافہ جات کے ساتھ جلد شائع ہونیوالا ہے۔ جو صاحب دس مارچ تک خریداری کی اطلاع فرمائیں گے ان کا حق مقدم ہوگا اور انہیں رعایت دی جائے گی۔

اے۔ ایم راشد منیجر مکتبہ الفرقان ربوہ

قرآن ——— ایک بے نظیر کتاب

(از مکرم یحییٰ فضلی صاحب ۔ جامعہ احمدیہ)

آج سے پونے چودہ سو برس پیشتر سرزمین عرب کا ایک اُمّی اٹھ کر دُنیا کے سامنے ایک کتاب پیش کر کے چیلنج کرتا ہے کہ اگر تم مقابلہ کی طاقت رکھتے ہو اور تمہیں اپنے علم و فن پر ناز ہے تو اس کتاب کی نظیر لے آؤ لیکن کوئی ادیب اور کوئی مصنف ایسا نہ نکلا کہ اس چیلنج کو قبول کرتا اور آج پونے چودہ سو برس گزرنے پر بھی وہ چیلنج قائم ہے۔

جب ہم غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اتنا بڑا دعویٰ صرف اسی کتاب کے بارے میں کیا جا سکتا ہے جو ہر لحاظ سے دوسروں کے مقابلہ میں عمدہ ہو۔ کیا بلحاظ تعلیم کیا بلحاظ زبان کی فصاحت و بلاغت اور کیا بلحاظ طرز بیان کے۔ الغرض وہ کتاب ایسی ہونی چاہیئے کہ عمدگی کی کسی صفت میں وہ دوسروں سے ادنیٰ نہ ہو۔

آئیے ہم قرآن کو پرکھیں کہ اسکے متعلق اتنا بڑا دعویٰ جو کیا گیا ہے کیا وہ صحیح ہے؟ کیا قرآن کی تعلیم اس قابل ہے کہ اسے دنیا کی عمدہ ترین تعلیم قرار دیا جا سکے اور کیا قرآن کی زبان اس قدر فصیح و بلیغ ہے کہ اسے معیار تسلیم کیا جا سکے اور کیا قرآن کا طرز بیان اس قدر دلکش ہے کہ دنیا کی کوئی کتاب اس کا مقابلہ نہ کر سکے؟ لیکن اگر ہم خود یہ فیصلہ کرنے لگیں تو ممکن ہے ایک متعصب شخص کہہ دے کہ یہ مسلمان ہونے کی وجہ سے عقیدت کی بناء پر یہ فیصلہ کر رہے ہیں۔ اسلئے آئیے ہم اس بات کو ایسے لوگوں کے پاس لے جائیں جو اسلام کے سخت دشمن ہوں اور جنہیں اسلام کے ساتھ کوئی عقیدت نہ ہو۔ اس سلسلہ میں عیسائی مستشرقین ہمیں ملتے ہیں۔ آئیے ہم دیکھیں کہ انہوں نے قرآن کے متعلق کیا ریمارکس دیئے ہیں۔

قرآن کی تعلیم کے بارے میں پریچنگ آف اسلام کا مصنف رقمطراز ہے:۔ "اخلاقی احکام جو قرآن میں ہیں اپنی جگہ پر کامل ہیں" ——— پاپولر انسائیکلو پیڈیا میں لکھا ہے۔

"قرآن کی اخلاقی تعلیم بالکل خالص ہے۔ جو شخص پورے طور پر اس پر عامل ہو نیک زندگی بسر کر سکتا ہے" (جلد ۲ صفحہ ۲۲۶)

ایک عیسائی مستشرق ڈاکٹر موریس ماہر عربی فرانسیسی زبان میں ترجمہ قرآن کرتے ہوئے مخالفین قرآن کو ان الفاظ میں نصیحت کرتا ہے:۔ "قدرت کی لازوال عنایت نے انسان کے لئے جو کتابیں تیار کی ہیں ان سب میں یہ بہترین کتاب ہے۔ مقاصد کی خوبی اور مطالب کی خوش اسلوبی کے اعتبار سے یہ کتاب تمام آسمانی کتابوں پر فائق ہے۔ کوئی چیز عیسائیان روم کو اس ضلالت و گمراہی کی خندق سے جس میں وہ گر پڑے تھے نہیں نکال سکی بجز اس آواز کے جو سرزمین عرب میں غار حرا سے آئی" ——— دیکھئے یہاں پر ایک عیسائی کس طرح اپنی شریعت کو عاجز دیکھتا ہے مگر ساتھ ہی اسے یہ بات تسلیم کرنا پڑتی ہے کہ اگر کوئی شریعت واقعی ان کے درد کا درماں ہو سکتی ہے تو وہ قرآن کی لائی ہوئی شریعت ہے۔ انہوں نے تو صرف اس بات کا اقرار کیا ہے کہ ہمیں اسلام ہی بچا سکتا ہے مگر ڈین اسٹنلی جیسا مصنف اس سے آگے بڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ "مسیحیت پر انجیل کے قانون نے اسقدر گہرا اثر پیدا نہیں کیا جس قدر قرآن کے ضابطہ نے اثر کیا ہے:" (مشرقی کلیسا صفحہ ۲۵۹)

قرآن سے مسٹر گبن جیسا شخص بھی متاثر ہو کر کہہ اٹھتا ہے۔ کہ "قرآن کی وہ شریعت ہے اور ایسے دانشمندانہ اصول اور اس قسم کے عظیم الشان قانونی انداز پر مرتب ہوئی ہے کہ سارے جہان میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی" ———

ایک دائمی شریعت کے لئے لازمی ہے کہ وہ جس طرح

شروع میں قابلِ عمل تھی اب زمانہ کی ترقیات کے بعد بھی قابلِ عمل ہو۔ قرآن کی شریعت ایک ایسی ہی شریعت ہے کہ وہ اسوقت بھی قابلِ عمل تھی جب دنیا میں علوم و فنون ابتدائی حالت میں تھے اور اب بھی جبکہ وہ اپنے عروج کو پہنچ چکے ہیں۔ اس بات کا اقرار فرانس کے مشہور ڈاکٹر مسٹر سوان ان الفاظ میں کرتے ہیں :۔ "جدید علوم کے اکتشافات میں جنکو ہم نے اپنے علم کے ذریعے حل کیا ہے یا ابھی وہ زیرِ تحقیق ہیں کوئی ایسی بات نہیں جو تعلیماتِ قرآن کے خلاف ہو۔ ہم عیسائیوں نے عیسائیت کو علم و سائنس کے ہم آہنگ بنانے میں اب تک جتنی کوششیں کی ہیں اسلام و قرآن میں وہ سب پہلے ہی سے موجود ہیں اور پورے طور پر موجود ہیں"

ایک کامل شریعت کیلئے لازمی ہے کہ اسمیں تمام پہلو آ گئے ہوں اور کوئی بات ایسی نہ ہو جس کے متعلق وہ اپنے پیروؤں کی راہنمائی نہ کرتی ہو۔ اس بات کو کہ قرآن شریف ایک کامل شریعت ہے مسٹر گبن ان الفاظ میں تسلیم کرتے ہیں :۔ "قرآن کی نسبت بحرِ اٹلانٹک سے لیکر دریائے گنگا تک نے مان لیا ہے کہ یہ پارلیمنٹ کی روح اور قانونِ اساسی ہے۔ صرف اصولِ مذہب ہی کیلئے نہیں بلکہ احکام و تعزیرات کیلئے بھی اور تمدن کیلئے اور ان قوانین کیلئے بھی جن پر نظامِ عمران کا مدار ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شریعت سب پر حاوی ہے۔ وہ اپنے تمام احکام میں بڑے سے بڑے شاہزادے سے لیکر فقیر و گداگر تک کیلئے مسائل رکھتی ہے"

اب جبکہ ہم نے دیکھ لیا کہ عیسائی مستشرقین قرآنی تعلیم اور شریعت کی برتری تسلیم کر چکے ہیں تو آئیے ہم اس بات کو دیکھیں کہ قرآن کی زبان اور اس کا طرزِ بیان ان لوگوں کے نزدیک کیسا ہے۔ مسٹر سیل جیسا متعصب عیسائی قرآن کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتا ہے :۔ "قرآن انتہائی لطیف و پاکیزہ زبان میں ہے۔ اس کتاب سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی انسان اس کی مثل نہیں بنا سکتا۔ یہ ایک مستقل معجزہ ہے جو مُردوں کو زندہ کرنے کے معجزہ سے بہت بلند پایہ ہے اور تنہا یہ صحیفہ دنیا کو اپنے آسمانی ہونے کا یقین دلانے کیلئے کافی ہے۔ اسمیں فصیح، خوبصورت اور پُرمعنی جملے ہیں اور خصوصاً وہ آیات نہایت فصیح و بلیغ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و شوکت اور صفات کا تذکرہ ہے۔ قاری کو اس صحیفہ میں ایسی بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں"

اسی طرح مسٹر ذرک مورخ جرمنی لکھتے ہیں :۔ "قرآن کی عبارت کیسی فصیح اور بلیغ اور مضامین کیسے عالی اور لطیف ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک ناصح نصیحت کر رہا ہے اور ایک حکیم فلسفی حکمتِ الٰہی بیان کر رہا ہے"

جبکہ قرآن کی زبان کو فصیح و بلیغ تسلیم کر لیا گیا ہے تو آئیے ہم اس بات کو دیکھیں کہ کہیں یہ تحریف و تبدل کا شکار تو نہیں ہو گی جیسا کہ دوسری آسمانی کتب ان کا شکار ہو چکی ہیں۔ دیباچہ لائف آف محمدؐ میں لکھا ہے :۔ "دنیا کے پردے پر غالباً قرآن کے سوا اور کوئی کتاب ایسی نہیں جو بارہ سو سال کے طویل عرصہ تک بغیر کسی تحریف و تبدیل کے اپنی اصلی صورت میں محفوظ رہی ہو۔ ہماری اناجیل کا مسلمانوں کے قرآن کے ساتھ مقابلہ کرنا جو بالکل غیر محرف و مبدل چلا آتا ہے دو ایسی چیزوں کا مقابلہ کرنا ہے جن میں آپس میں کوئی نسبت نہیں" (دیباچہ لائف آف محمدؐ صلہ ۲۱) یہاں پر مصنف صاف الفاظ میں قرآن کی برتری اور اناجیل کی شکست کو تسلیم کر رہا ہے۔ پھر یہی مصنف لکھتا ہے :۔ "ہمارے پاس اس بات کی اندرونی اور بیرونی ضمانت موجود ہے کہ موجودہ قرآن وہی ہے جو حضرت محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا اور جسے آپ استعمال کرتے تھے" (دیباچہ لائف آف محمدؐ) پھر انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا جیسی مستند کتاب میں اس بات کا اقرار ان الفاظ میں کیا جاتا ہے :۔ "آج کا قرآن بعینہٖ وہی ہے جو صحابہ کے وقت میں تھا ـــــ یورپین علماء کی یہ کوشش کہ قرآن میں کوئی تحریف ثابت کریں بالکل ناکام رہی ہے" (انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا زیرِ لفظ قرآن) الغرض یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ

اہلِ بہاء سے دس ضروری سوال

{ذیل کے دس سوالات ہم دس سال سے شائع کر رہے ہیں مگر کسی بہائی صاحب نے ان کا جواب دینے کی جرأت نہیں کی ——— (ایڈیٹر)}

(۱) آپ لوگ قرآن پاک کو منسوخ کہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کو کامل کتاب، سب قوموں کے لئے ہدایت نامہ اور ہر قسم کی تحریف و تبدیل سے محفوظ شریعت قرار دیا ہے جیسے فرمایا (۱) الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی (سورۃ مائدہ)۔ (۲) إنْ ھو الّا ذکرٌ للعٰلمین (سورۃ تکویر)۔ (۳) انّا نحن نزّلنا الذکر و انّا لہٗ لحٰفظون (سورۃ حجر) اب آپ لوگ بتائیں کہ آپ کو قرآن پاک کی کس تعلیم میں اور کیا نقص نظر آیا جس کی وجہ سے آپنے اسے منسوخ شریعت قرار دیدیا؟

(۲) بہائیت کے بانی نے اقرار کیا ہے کہ:۔

"اگر اعتراض و اعراض اہلِ فرقان
نبود ہر آئینہ شریعت فرقان دریں
ظہور نسخ نمے شد۔" (کتاب اقتدار ص۲۸-۲۹)

ترجمہ: "اگر مسلمان اعتراض اور اعراض نہ کرتے تو بہائیت کے دور میں قرآن مجید کی شریعت ہرگز منسوخ نہ ہوتی۔"

کیا اِس اعتراف سے ظاہر نہیں کہ قرآنی شریعت میں کوئی نقص یا خرابی نہیں ہے۔ مگر چونکہ مسلمانوں نے بابی و بہائی تحریک پر اعتراض کئے اور ان سے اعراض کیا اسلئے ضد میں آ کر اس تحریک کے کار پردازوں نے قرآنی شریعت کو منسوخ کہہ دیا؟

(۳) بہائی لوگ بابیت کے بانی کے متعلق کہتے ہیں کہ:۔

(الف) "شریعتِ فرقان بظہور مبارکش
منسوخ شد و تشریع شریعتے بدیع
فرمودند" (دروس الدیانۃ ص۱۲)

(ب) "حضرت باب نے بعض موقعوں پر یہ
بھی لکھدیا تھا کہ میں نے جو شریعت
لکھی ہے اس پر عمل کرنے کا حکم اُس
وقت تم کو ملے گا جبکہ من یظہرہ اللہ
ظاہر ہوگا۔" (رسالہ بہاء اللہ کی تعلیمات ص۱۰)

گویا باب نے قرآن پاک کو منسوخ کرنے کے لئے "بیان" کے نام سے خود "شریعت لکھی" مگر اس "شریعتے بدیع" پر عمل کرنے سے روک دیا۔ اور پھر بقول بہائیوں کے من یظہرہ اللہ یعنی بانی بہائیت جب کھڑے ہوئے تو بہائیوں نے اعلان کر دیا کہ:۔

"ما بہائیان رجوعے باحکامِ بیان
بالمرہ نداریم۔ کتابِ ما مبارک اقدس
است۔" (دروس الدیانۃ ص۱۰۳)

کہ ہمیں بیان یعنی باب کی شریعت سے کوئی واسطہ نہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اندریں صورت باب اور اس کی خود نوشت شریعت کے ناکام و نامراد ہونے میں کیا شبہ ہے؟

(۴) بہائیوں کو مسلّم ہے کہ قرآنی شریعت کو منسوخ کر کے نئے اصول بنانے کا خیال بابیوں نے ۱۲۶۴ھ میں

بدشت کانفرنس میں باہمی سازش سے باب کے قید کے سجانے پر محض انتقامی کارروائی کے طور پر پیدا کیا تھا۔ اس بارے میں خود باب کو الہام یا وحی کا دعویٰ نہ تھا حشمت اللہ صاحب بہائی لکھتے ہیں :۔

"اس مصیبت کے وقت میں جو کہ سربرآوردہ تھے انہوں نے مشورہ کر کے ایک عام مجلس شوریٰ منعقد کی تاکہ کوئی فیصلہ کریں اور اس موقع پر ایک بابی میرزا حسین علی نوری جن کو حضرت باب نے بہاء اللہ کا لقب دیا تھا خاص طور پر کامیدہ ثابت ہوئے اور انکی اور قرۃ العین وغیرہ کی کوششوں سے یہ قریب قریب فیصلہ ہو گیا کہ نئے اصولوں پر چلا جائے" (رسالہ بہاء اللہ کی تعلیمات صفحہ ۱۶)

کیا اس سے روزِ روشن کی طرح ثابت نہیں کہ نسخ قرآن مجید کا خیال محض ایک انتقامی خیال اور سراسر انسانی سازش تھی ؟ اور اس پر جو بنیاد بابیت اور بہائیت کی رکھی گئی ہے وہ باطل اور غلط ہے ؟ ؎

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

(۵) بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے کہ :۔

"ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے اور ایک شعشہ یا نقطہ اس کی شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہو سکتا اور نہ کم ہو سکتا ہے اور اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہو سکتا جو احکامِ فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کی تبدیلی یا تغیر کر سکتا ہو۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعتِ مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۱۳۰-۱۳۱)

ایسے واضح عقیدہ و اعلان کے باوجود بھی اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے بہائیت کے بانی کی نقل کی ہے تو کیا وہ شخص جھوٹا اور دروغگو نہ ہوگا ؟

(۶) آج تک بہائی جماعت نے اپنی مزعومہ شریعت "اقدس" شائع نہیں کی بلکہ ان کے زعیم عبد البہاء آفندی نے اشاعت کو ناجائز قرار دیتے ہوئے لکھا کہ :۔

"کتاب اقدس اگر طبع شود و نشر خواہد شد در دستِ اراذل متعصبین خواہد افتاد لہذا جائز نہ۔"

(رسالہ جواب نامہ جمعیت لاہای صفحہ ۲۴)

اگر یہ ساری دنیا کے لئے شریعت ہے تو اُسے شائع کرنا ناجائز کیوں ہے ؟ نیز اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ کل کو بہائی لوگ حسبِ عادت اس میں تحریف کر کے شائع نہ کر دیں گے ؟

(۷) بہائی لوگ نبوت کے جاری ہونے کے قائل نہیں اسلئے اپنے پیشوا کو نبی یا رسول نہیں مانتے بلکہ اسے الوہیت کے عرش پر بٹھاتے ہیں۔ اُن کا اپنا اعلان ہے کہ :۔

"اہلِ بہاء دورِ نبوت کو ختم جانتے ہیں۔ اُمتِ محمدیہ میں بھی نبوت جاری نہیں سمجھتے۔ ہاں خدا کی قدرت کو ختم نہیں جانتے اسلئے خدا کی قدرت کے نئے ظہور کو تسلیم کرتے ہیں جو نبوت سے بڑھ کے

ایک نئی شان رکھتا ہے اور یہ دورِ نبوت کے ختم ہونے کا کھلا کھلا اعلان ہے۔ اسی لئے اہلِ بہاء نے کبھی نہیں کہا کہ نبوت ختم نہیں ہوئی اور موعود کل ادیان نبی یا رسول ہے بلکہ اسکا ظہور مستقل خدائی ظہور ہے۔"

(رسالہ کوکب ہند جلد ۶ ص۲۹ م ۲ رجون ۱۹۲۸ء)

اب بھی اگر کوئی بہائیوں کے جناب بہاء کو نبی یا رسول کہتا ہے تو اس کے فریب خوردہ ہونے میں کیا شبہ ہے؟

(۸) عیسائیوں کے عقیدہ الوہیت مسیح کے متعلق بہائی مبلغ ابوالفضل لکھتے ہیں:۔

"علماء سودیہ وسائر بلاد مشرق حضرت عیسیٰ را دو طبیعت و مشیت دانستند و آں عبارت است از مشیت لاہوت و مشیت ناسوت یعنی الوہیت و بشریت۔" (الفرائد ص۱۷۹)

بہائیوں کا عقیدہ درباره بہاء اللہ ان کے اپنے الفاظ میں حسب ذیل ہے:۔

"حضرت بہاء اللہ کی کتابوں میں یہ کلام دفعۃً ایک مقام سے دوسرے مقام میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ ابھی تو ایک انسان کلام کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور ابھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا خود کلام کر رہا ہے۔"

(عصر جدید اردو ص۵۲)

پھر لکھا ہے کہ:۔

"حضرت عیسیٰ ایک وسیلہ تھے اور عیسائیوں نے آپ کے ظہور کو خدا کی آمد یقین کرنے میں بالکل صحیح روّیہ اختیار کیا ..... جس طرح اس نے اپنے آپ کو یسوع ناصری کی ہیکل کے ذریعے ظاہر کیا تھا اب وہ اس مکمل تر اور روشن تر ظہور کے ساتھ آیا جس کے لئے یسوع اور تمام پہلے انبیاء لوگوں کے قلوب کو تیار کرنے آئے تھے۔" (عصر جدید ص۲۵۴)

خود جناب اپنے متعلق لکھتے ہیں:۔

"اذا یراہ احد فی الظاھر بجدہ علی ھیکل الانسان بین ایدی اھل الطغیان واذا یتفکر فی الباطن یراہ مھیمناً علی من فی السموات والارضین۔" (اقتدار ص۱۱۳)

یعنی میں بظاہر انسانی ہیکل میں ہوں مگر بباطن آسمان و زمین کا نگران خدا ہوں۔ اب کوئی بہائی بتائے کہ عیسائی اور بہائی عقیدہ میں کیا فرق ہے؟ جس طرح عیسائی حضرت عیسیٰؑ کو خدا مانتے ہیں بعینہٖ اسی طرح بہائی جناب بہاء اللہ کو خدا مانتے ہیں۔ اسی لئے عیسائیوں کے عقیدہ کو "بالکل صحیح روّیہ" کہتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لقد کفر الّذین قالوا ان اللہ ثالث ثلاثۃ (مائدہ)

(۹) بتایا جائے کہ آیا جناب بہاء کی ہر تحریر اور ہر قول کو بہائی وحی مانتے ہیں جس طرح عیسائی حضرت عیسیٰؑ کے ہر قول کو وحی بتاتے ہیں یا ان پر نازل شدہ وحی الگ ہے اور ان کا اپنا کلام الگ جس طرح اسلامی عقیدہ میں قرآن مجید اور حدیث میں اس لحاظ سے فرق ہے؟

(۱۰) بہائیوں کے موجودہ زعیم جناب شوقی لکھتے ہیں:۔

(باقی ص۴۲ پر)

اِسلام کی رَواداری

از جناب چودھری احمد الدین صاحب پلیڈر گجرات

(۱) السلم والسلامۃ (۱) سلم اور سلامۃ کے
التعری من الآفات معنے ظاہری اور باطنی
الظاہرۃ والباطنۃ مصائب و تکالیف سے
والاسلام الدخول بچنے کے ہیں۔ اور اسلام
فی السلم۔ کے معنے سلم (سلامتی) میں
(مفردات راغب) داخل ہونے کے ہیں۔

پس مسلم وہ ہے جو سلامتی اور صلح کاری میں داخل ہو جاتا ہے اور اس کے ہاتھ سے کسی کو دُکھ نہیں پہنچتا۔ وہ سلامتی کا مجسمہ ہوتا ہے اور سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے قانونِ خداوندی کو مانتا اور اس پر عمل کرتا ہے۔ وہ محض اس وجہ سے کہ کوئی اس کے مذہبی اعتقاد سے اختلاف رکھتا ہے اس کے ساتھ بے انصافی نہیں کرتا کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ سب انسان خدا کی مخلوق ہیں اور خدا کی مخلوق سے بے انصافی کرنا تقویٰ شعاری کے خلاف ہے۔

(۱) وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ (۱) کسی قوم کی دشمنی تم کو اس
شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی بات پر آمادہ نہ کرے
اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا کہ تم انصاف نہ کرو۔
هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی۔ تم انصاف کرو کہ یہ تقویٰ
(۵ : ۸) کے بہت قریب ہے۔

جس طرح ایک انسان کے اعضاء جوارح اور قویٰ روحانی و جسمانی دوسرے سے مختلف ہیں اسی طرح خیالات بھی مختلف ہیں۔ تمام انسان ایک خیال اور ایک اعتقاد کے پیرو نہیں ہو سکتے۔ اگر یہ ممکن ہو کہ تمام انسان ایک اعتقاد کے ہی پابند ہو جائیں اور ان میں کوئی اختلاف باقی نہ رہے تو نیکی اور بدی کا وجود مفقود ہو جاتا ہے۔ اور ثواب و عقاب کا تصور باقی نہیں رہتا۔ نیکی کا محرک بھی انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے اور بدی کا محرک بھی۔ اگرچہ بدی کے محرک کو غلبہ نہیں ہوتا مگر دونوں میں کشمکش ضرور رہتی ہے تاکہ نیک کو ثواب حاصل ہو اور بد عذاب میں مبتلا ہو۔ نیک کو نیکی کی جزا بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے اور بد کو بدی کی سزا بھی اسی کی طرف سے ملتی ہے۔

تاوقتیکہ ایک انسان دوسرے کے جائز پیدائشی حقوق میں دست اندازی نہ کرے اور امن عامہ میں مخل نہ ہو حکومتِ وقت اس سے بازپرس نہیں کرتی۔ انسانی پیدائش کی غرض و غایت یہ ہے کہ وہ صراطِ مستقیم پر چلنے میں آزمائشوں اور امتحانوں میں ڈالا جائے اور مشعلِ ہدایت کے ذریعہ سے منزلِ مقصود کو طے کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ اختلافی طاقتیں اس کو اپنی طرف کھینچتی ہیں مگر وہ خدا تعالےٰ سے امانت مانگتے ہوئے اور صعوبتوں کو جھیلتے ہوئے سیدھا چلا جاتا ہے۔

(۱) وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ (۱) اگر تیرا رب چاہتا تو
لَجَعَلَ النَّاسَ تمام لوگوں کو ایک ہی
اُمَّةً وَّاحِدَةً اُمت بنا دیتا۔ مگر
وَّلَا یَزَالُوْنَ لوگ ہمیشہ اختلاف
مُخْتَلِفِیْنَ اِلَّا کرتے رہیں گے۔ وہ

مِنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ۭ — اختلاف سے بچیں گے
وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۭ — جن پر خدا رحم کریگا
وَتَمَّتْ كَلِمَةُ — خدا نے اختلاف کیلئے
رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ — ہی لوگوں کو پیدا کیا ہے
جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ — اور خدا کی یہ بات پوری
وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ. — ہو کر رہے گی کہ میں جن و
(۱۱: ۱۲۰) — انس سے دوزخ کو بھر دونگا۔

جب لوگوں کے عقائد اور مذہبی خیالات میں اختلاف ہونا ضروری ہے تو پھر دنیا کی کوئی حکومت ایسی نہیں ہو سکتی کہ اس کی رعایا کے تمام افراد ملّتِ واحدہ کے پیرو ہوں۔ جہاں عیسائی مذہب کے پیرؤں کی کثرت ہے وہاں دیگر مذاہب کے پیرو باوجود شدید مذہبی اختلاف کے امن سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ خود عیسائیوں کے کئی فرقے پائے جاتے ہیں جو عقائد اور خیالات میں ایک دوسرے کے سخت مخالف ہیں مگر باوجود اسکے عیسائی ممالک میں مذہبی عناد کی بنا پر اس زمانہ میں کوئی فتنہ اور فساد پیدا نہیں ہوا جو بے چینی اور بد امنی کا موجب ہو۔ کیونکہ باوجود اختلاف کے وہ ایک واحد نقطہ پر متحد ہو گئے ہیں جس سے حکومت کے کاروبار میں خلل واقع نہیں ہو سکتا۔ وہ واحد نقطہ ملکی قانون کی پابندی اور ملک کی سالمیت اور قیام کی خواہش ہے۔ ملکی قانون میں تمام افراد کے انسانی پیدائشی حقوق کا خیال اور لحاظ رکھا جاتا ہے اور اس کی تدوین کے وقت سب کی رائے لی جاتی ہے اسلئے قانون میں کوئی ایسی شق نہیں پائی جاتی جو مذہبی معاملات میں دست انداز ہو۔ ہر ایک مذہب کے پیرؤں کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے پُرامن طریقوں سے تبلیغ کریں۔

جاپان میں جو ایشیائی طاقتوں میں ایک زبردست طاقت تھی اور اب بعد جنگ عظیم دوم اپنی ہستی کے قیام کی جد و جہد میں منہمک ہے تین بڑی پارٹیاں یعنی پیروان کنفیوشس پیغمبر و جین و پیروان بدھ مذہب آزادخیال فلاسفر ہیں۔ جو عقائد اور خیالات مذہبی میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں مگر حب الوطنی اور قانون کے احترام نے یکمتفق اور متحد کر دیا ہے اور بیرونی دنیا کو معلوم بھی نہیں ہوتا کہ ان میں مذہبی اختلافات بھی ہیں۔

اگرچہ یورپ کے عیسائی ممالک میں یہودیوں پر مختلف اوقات میں عرصۂ حیات تنگ کیا گیا جس کی وجہ سے وہ جلاوطنی پر مجبور ہوئے مگر پھر بھی ان کو نیست نابود نہیں کیا گیا اور وہ بایں ملکوں میں آسودگی سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور حکومت کے کاروبار میں حصہ لے رہے ہیں۔ لارڈ ریڈنگ اس کی زندہ مثال ہیں جو ہندوستان کے گورنر جنرل بھی رہ چکے ہیں۔ موجودہ روسی حکومت میں یہودیوں کو بڑا اثر و رسوخ حاصل ہے۔ اسلامی ممالک میں یہودی بکثرت پائے جاتے ہیں مگر کبھی سننے میں نہیں آیا کہ کسی اسلامی حکومت نے کبھی ان کو مذہبی مخالفت کی بنا پر ملک بدر کیا۔ بلکہ اقتصادی طور پر مسلمانوں سے بڑھ کر ان کو فوقیت اور برتری حاصل ہے۔

لبنان، سوریا، فلسطین اور مصر میں عیسائی بکثرت آباد ہیں جن میں بڑے بڑے عربی دان اور تاریخ عرب کے ماہر علماء موجود ہیں جو عربی زبان کو اپنی قومی زبان سمجھتے اور اس میں بڑی بڑی کتابیں لکھتے ہیں اور مسلمان حکومت کے زیر سایہ علمی ترقی میں پیش پیش ہیں۔ مذہبی تبلیغ میں انکو مکمل آزادی حاصل ہے۔ قرآن مجید میں مسلمانوں کو خاص طور پر ہدایت کی گئی ہے کہ اگر ان کو حکومت کا موقع ملے اور غیر مسلموں سے واسطہ پڑے تو وہ انصاف کو ہاتھ سے نہ دیں اور ہمیشہ عدل سے فیصلہ کریں۔ چاہے وہ فیصلہ مسلمانوں کے خلاف اور غیر مسلموں کے حق میں ہو۔

(۱) وَاِذَا حَكَمْتُمْ (۱) تم کو خدا کا حکم ہے کہ

بَيْنَ النَّاسِ اَنْ	اگر تم کو لوگوں کے مابین
تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ۔	حاکم بنایا جائے تو انصاف
(۶۱ : ۴)	سے فیصلہ کرو۔

خدا کی رحمت عام ہے جس سے ہر ایک انسان چاہے وہ خدا کا بھی منکر ہو فیض یاب ہوتا ہے۔ سب کو خدا نے ذہنی، دماغی اور جسمانی طاقتیں عطاء کی ہیں جن کے ذریعہ سے وہ حیرتناک ترقیاں کر رہے ہیں اور ان سے فوائد حاصل کر رہے ہیں۔ جو اس کی ہستی کا انکار کرنے والے ہیں اور جو اس کے ماننے والے اور فرمانبردار ہیں سب کو موقع دیا گیا ہے کہ وہ اپنے قدرتی قویٰ کو کام میں لاکر صنعت و حرفت اور علوم و فنون میں کمال پیدا کریں۔ کسی سے بخل روا نہیں رکھا گیا۔ ہر ایک کو اپنے وافر فضل و رحمت سے بہرہ ور کیا ہے۔

(۱) كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ	(۱) ہم اپنے عطیے اور موہبت
وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ	سے ہر ایک کی یعنی مسلموں
عَطَآءِ رَبِّكَ وَمَا	اور کافروں کی مدد کرتے
كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ	ہیں اور کسی پر تیرے رب کے
مَحْظُوْرًا۔ (۲۱ : ۱۷)	عطیات کا دروازہ بند
	نہیں کیا گیا۔

حدیث نبوی میں ہے کہ تخلقوا باخلاق اللّٰہ (خدا تعالیٰ کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرو) جب خدا تعالیٰ کسی سے تعصب نہیں کرتا اور ہر ایک اس کے سایۂ رحمت میں امن سے زندگی بسر کر رہا ہے تو انسانوں کو بھی خدا کے اس فعل کی پیروی کرتے ہوئے اپنے بنی نوع سے چاہے وہ ان سے کتنے ہی مذہبی اختلافات رکھتے ہوں مہربانی اور محبت کا برتاؤ کرنا چاہیے۔ اور ناحق ان کے ستانے اور دکھ دینے سے باز رہنا چاہیے۔ مذہبی تبلیغ پُرامن، دانشمندانہ اور مصلحانہ طریق سے ہونی چاہیے جس سے مخاطبین کے دل کو ٹھیس نہ لگے۔ دوسرے الفاظ میں بجائے دیگر مذاہب پر معاندانہ نکتہ چینی کے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرنی چاہئیں اور دیگر مذاہب کے بتوں کو بھی گالی نہیں دینی چاہیے۔ اگر ایسا کیا جائے تو مخاطب خدا کو اندھا دھند گالیاں دینے لگ جائیگا۔ اور نادان جوشیلا مبلغ اس کا باعث بن کر گنہگار ٹھہریگا۔

(۱) اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ	(۱) دانشمندی اور پسندیدہ
رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ	نصیحت کے ذریعہ سے
وَالْمَوْعِظَةِ	لوگوں کو خدا کے راستہ
الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ	کی طرف بُلا۔ اور اگر
بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ	بحث کا موقعہ ہو تو احسن
..... وَاِنْ عَاقَبْتُمْ	طریق سے بحث کر۔ اور
فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ	اگر تم کو بطور بدلہ کے
مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ	سزا دینے کا موقعہ ملے
وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ	تو جس قسم کی تکلیف تم کو
لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ	مخالف نے پہنچائی ہو
(۱۶ : ۱۲۶-۱۲۷)	اس سے بڑھ کر تکلیف
	مت پہنچاؤ۔ اور اگر
	صبر کرو تو یہ ان کیلئے
	بہتر ہے جو صبر سے کام
	لیتے ہیں۔
(۲) وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ	(۲) یہ مشرک جن بتوں کو اللّٰہ
يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ	کے بغیر پکارتے ہیں
اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ	ان کو گالیاں مت دو
عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ	اگر ایسا کروگے تو وہ
كَذٰلِكَ زَيَّنَّا	تعدی سے خدا کو بلا
لِكُلِّ اُمَّةٍ	سوچے سمجھے گالیاں دینگے
عَمَلَهُمْ ثُمَّ اِلٰى	اسی طرح ہم نے ہر ایک
رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ	اُمّت کو اس کے اعمال
فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا	مزین کرکے دکھائے ہیں۔

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ آخر انہوں نے اپنے
(۶ : ۱۰۸) رب کی طرف لوٹ کر جانا
ہے تب وہ انکو انکے
اعمال سے مطلع کریگا۔

تشریح :- آیۂ کریمہ ہذا میں معبودانِ باطلہ کو گالیاں دینے کی ممانعت کی گئی ہے اور صاف بتایا گیا ہے کہ ہر ایک گروہ یا فرقہ اپنے اعمال کو اچھا سمجھتا ہے اسلئے کسی کی دلآزاری کی اجازت نہیں ہے۔ باطل پرستوں کو باطل پرستی کی سزا دینا خدا کا کام ہے۔ سب وشتم سے ناراضی پیدا ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں امن میں خلل واقع ہوتا ہے مسلم امن وسلامتی کا مجسمہ ہے۔ اس کو زیبا نہیں ہے کہ اختلافِ عقائد کی بناء پر فتنہ برپا کرے۔ مذہب صلحکاری، آشتی اور محبت سے پھیلتا ہے نہ کہ حقارت اور تنفر سے۔

طاقت اور اقتدار کے بل بوتے پر کسی کو جبر وتشدد سے اپنے مذہب پر لانا مسلم کے لئے مباح نہیں ہے بلکہ اسکی صریح طور پر ممانعت کی گئی ہے کیونکہ ہدایت کے راستے کھول کر واضح کردیئے گئے ہیں۔ اور ہر ایک شخص کو اس کی مرضی پر چھوڑا گیا ہے۔ چاہے مانے چاہے نہ مانے۔ ہدایت پر لانا خدا کا کام ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے مسلم کا کام صرف پُرامن طریق سے تبلیغ حق ہے۔

(۱) لَآ اِكْرَاهَ فِي (۱) دین میں جبر کو روا نہیں
الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ رکھا گیا۔ کیونکہ گمراہی اور
الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ضلالت کا پردہ چاک کرکے
(۲ : ۲۵۷) ہدایت کو بدلائل بیّنہ واضح
وروشن کیا گیا ہے۔

(۲) وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ (۲) اگر تیرا رب چاہتا تو روئے
لَاٰمَنَ مَنْ فِي زمین کے تمام آدمی ایمان
الْاَرْضِ كُلُّهُمْ لے آتے۔ کیا تو لوگوں کو
جَمِيْعًا ۚ اَفَاَنْتَ جبراً مومن بنائیگا۔ خدا

تُكْرِهُ النَّاسَ کے اذن کے بغیر کوئی
حَتّٰى يَكُوْنُوْا شخص ایمان نہیں لاسکتا۔
مُؤْمِنِيْنَ ۔ وَمَا
كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ
تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ
اللّٰهِ ؕ (۱۰ : ۹۹)

(۳) قُلِ الْحَقُّ مِنْ (۳) کہہ دے کہ میری
رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ وحی تمہارے رب کی
فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ طرف سے سراپا صداقت
شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ ہے جو چاہے مانے جو
اِنَّآ اَعْتَدْنَا چاہے نہ مانے۔ ہم
لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا نے نہ ماننے والوں
اَحَاطَ بِهِمْ کے لئے آگ تیار کر رکھی
سُرَادِقُهَا ؕ ہے جس کی قناتیں ان کو
(۱۸ : ۲۸) گھیرے ہوئے ہیں۔

طاغوتی طاقتوں کو بھی برابر اپنے مشن کی تبلیغ کا حق دیا گیا ہے اور مسلمانوں کو بھی تاکہ دونوں فریقوں کے پُرامن مقابلہ سے حق ظاہر ہو اور کسی فریق کو یہ شکایت نہ ہو کہ مجھے دلائل دینے کا موقع نہیں دیا گیا اور انصاف کو ترک کیا گیا ہے۔

(۱) وَاسْتَفْزِزْ مَنِ (۱) اے شیطان تو اپنی
اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ آواز (گمراہ کن تقریر)
بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ سے جس پر تیرا بس چلے
عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ اس کو پھسلاتا پھر اور
وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ اپنے سواروں اور
فِي الْاَمْوَالِ وَ پیادوں سے ان پر
الْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ آواز کس لے اور
وَمَا يَعِدُهُمُ ان کے مالوں اور اولاد
الشَّيْطٰنُ اِلَّا میں شریک ہوجا اور

غُرُوْرًا ۝ اِنَّ	ان سے وعدے کرے
عِبَادِیْ لَیْسَ	شیطان ان سے جو وعدہ
لَکَ عَلَیْهِمْ	کریگا دھوکا دینے کیلئے
سُلْطٰنٌ ط	ہی ہوگا۔ اے شیطان
(۱۷ : ۶۶)	میرے فرمانبردار بندوں
	پر تو غالب نہیں آسکیگا۔

تشریح :- آیۂ کریمہ ہذا میں شیطان کو کھلا چھوڑا گیا ہے اور اس کو اجازت دی گئی ہے کہ وہ لوگوں کو گمراہ کرنے میں اپنی مقدور بھر کوشش کرے مال حاصل کرنے اولاد پیدا کرنے میں ان کا ساتھی اور معاون بن سکے۔ اگر دین کے معاملہ میں جبر و تشدد اور تغلب کا شائبہ بھی ہوتا تو شیطان کو آزادی نہ دی جاتی اور اس کو روک دیا جاتا مسلمانوں کو شیطان کے مقابلہ پر کس طرح تبلیغ کرنی چاہیئے۔ اور اگر بحث کا موقع ملے تو کیا رویہ اختیار کرنا چاہیئے۔ اسکے متعلق آیۂ کریمہ اُدعُ الیٰ سبیل ربک ... الخ میں مفصل ہدایت درج ہے۔

مسلمانوں پر کفارِ عرب نے بے حد ظلم وستم کئے۔ ان کو گھروں سے نکال دیا اور ناحق ان کے ساتھ لڑائی کی۔ خدا نے مسلمانوں کو لڑائی میں دفاع کی اجازت دیکر ہدایت کی کہ اس دفاعی لڑائی میں عیسائی راہبوں کے عبادت خانے اور گرجے، یہودیوں کی عبادتگاہیں اور مساجد جن میں خدا کا ذکر کثیر ہوتا ہے محفوظ رہیں۔ بلکہ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر ایسی دفاعی لڑائیاں وقوع میں آئیں تو ضد میں آکر لوگ عبادتگاہوں کو تباہ نہ کردیں یہی وجہ ہے کہ کبھی کسی زمانہ میں اہلِ اسلام نے یہود ونصاریٰ کے عبادت خانوں کو نقصان نہیں پہنچایا۔

(۱) اُذِنَ لِلَّذِیْنَ	(۱) ان مسلمانوں کو لڑائی کی
یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ	اجازت دی گئی ہے جن
ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ	کے ساتھ کفار نے لڑائی
اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ	میں پہل کی، اجازت
لَقَدِیْرُ ۙ الَّذِیْنَ	اسلئے دی گئی ہے کہ کفار
اُخْرِجُوْا مِنْ	نے ان پر ظلم کیا اور خدا
دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ	ان کی نصرت و اعانت
حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ	پر قادر ہے جو ناحق
یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا	اپنے گھروں سے محض
اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا	اس بناء پر نکالے گئے
دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ	کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا
بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ	رب خدا ہے۔ اور اگر
لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ	خدا تعالیٰ بعض آدمیوں
وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ	کے ہاتھ سے بعض کو دفع
وَّمَسٰجِدُ یُذْكَرُ	نہ کرتا تو عیسائی راہبوں
فِیْهَا اسْمُ اللّٰهِ	کے عبادتخانے اور گرجے
كَثِیْرًا ؕ	اور یہودیوں کی عبادتگاہیں
(۲۲ : ۴۱)	اور مساجد جن میں خدا
	کے نام کا ذکر کثیر ہوتا
	ہے گرا دی جاتیں۔

مسلمانوں کو یہاں تک رواداری کی ہدایت کی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص مشرکین عرب میں سے جو مسلمانوں کے سخت معاند اور مخالف تھے کسی خطرہ کے دباؤ میں آکر مسلمانوں کے پاس پناہ لے تو نہ صرف اس کو پناہ دینے کا ہی حکم ہے بلکہ یہ بھی ارشاد ہے کہ خدا کا کلام سنا کر اس کو اپنی جائے امن میں پہنچا دو۔

(۱) وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ	(۱) اگر مشرکین میں سے کوئی
الْمُشْرِكِیْنَ	تجھ سے پناہ مانگے تو
اسْتَجَارَكَ	اس کو پناہ دو تاکہ وہ
فَاَجِرْهُ حَتّٰی	خدا کا کلام سن لے۔ پھر
یَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ	اس کو اس کی جائے پناہ
ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ	میں پہنچا دو۔ یہ حکم اسلئے

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ۔ — دیا گیا ہے کہ یہ لوگ بے علم ہیں۔

(۹:۶)

باوجودیکہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سخت مخالفت کی اور مشرکین مکہ کو لڑائی پر ابھارا اور ان کو مدینہ پر جہاں مسلمان اپنے گھر چھوڑ کر ہجرت کرکے گئے تھے اور جو مکہ سے کافی فاصلہ پر تھا چڑھائی پر آمادہ کیا اور ان کی ہر طرح سے امداد کرکے مسلمانوں کو ستایا اور دکھ دیا مگر پھر بھی ان میں سے جو خدا کے پرستار اور نیک کردار تھے ان کی نیکی خدا ترسی اور پارسائی کا اعتراف کیا گیا ہے۔ اور اقرار کیا گیا ہے کہ ان کو ان کی نیکی اور عبادت کا اجر ملے گا اور ان کے اعمال کو ضائع نہیں کیا جائے گا۔

(۱) وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ۔ (۷:۱۶۹)

(۱) جو لوگ کتاب (تورات) پر عمل کرتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں ہم ایسے اصلاح کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرینگے۔

(۲) لَيْسُوْا سَوَاۗءً ۭ مِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَاۗىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ وَھُمْ يَسْجُدُوْنَ۔ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ (۳: ۱۱۳-۱۱۴)

(۲) سارے اہل کتاب یکساں نہیں ہیں۔ ان میں سے ایک گروہ ایسا بھی ہے جو اپنے اصول پر قائم ہیں۔ رات کی گھڑیوں میں خدا کی آیات پڑھتے ہیں۔ بارگاہ ایزدی میں سجدہ کرتے ہیں۔ خدا اور روز آخرت پر ایمان لاتے ہیں نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہیں اور بھلائیوں میں جلدی کرتے ہیں۔ ایسے لوگ اصلاح کرنے والے ہیں۔ اور جو بھی نیکی وہ کرتے ہیں وہ ضائع نہیں جائے گی اور اس کا اجر انہیں ضرور ملے گا۔

عیسائیوں میں سے جو راہب، خدا پرست اور پرہیزگار ہیں اور متکبر نہیں ہیں ان کے نمونہ کو سامنے رکھ کر مسلمانوں کو بتایا ہے کہ عیسائی لوگ دوستی کے زیادہ قریب ہیں۔ وہ یہودیوں کی طرح سخت دشمن نہیں ہیں۔ اس طرح عیسائیوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا گیا ہے۔

جب نجران کے عیسائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مذہبی مباحثہ کے لئے آئے تو حضور نے ان کو مسجد نبوی میں اپنے طریق پر نماز پڑھنے کی اجازت دی اور ان کو توحید کی تلقین کی۔ اور بتایا کہ خدا کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس کی ذات اس سے بلند اور ارفع ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو۔ حضرت مسیح خدا کے بندے اور اس کے پرستار تھے بیٹے نہیں تھے۔ جب نجران کے عیسائی علماء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلقین پر کان نہ دھرے اور اپنی ضد پر اڑے رہے تو حضور نے انکو مباہلہ کے لئے بلایا۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ ہم اپنے بڑوں سے اس بارے میں صلاح و مشورہ کرلیں۔ وہ چلے گئے۔ اپنے بڑوں سے مشورہ کرکے واپس آئے تو انہوں نے کہا کہ ہم آپ کی رعایا ہو کر رہیں گے مگر ہم کو

حفاظت کا منشور لکھ دیجیے تاکہ ہم کو تسلی ہو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو حفاظت کا منشور لکھ دیا۔ جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے:۔

"اہلِ نجران کے پاس جو کچھ ہے اس میں تبدّل و تغیّر نہ کیا جائے گا۔ ان کے حقوق میں سے کسی حق اور ان کے مذہب و ملت میں دست اندازی نہ کی جائیگی اور کم و بیش جو کچھ ان کے قبضہ میں ہے اسمیں مداخلت نہ کی جائے گی۔ ان پر کوئی ناحق تہمت نہ لگائی جائے گی اور نہ جاہلیت کے زمانہ کا خون بہا ان سے لیا جائے گا۔ ان کو تباہ نہ کیا جائے گا اور نہ ان کو جلا وطن کیا جائے گا۔ اور ان کی زمینوں کو لشکر کشی سے پامال نہ کیا جائے گا"

یہ منشور ایک زبردست تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غیر مذاہب کے پیرووں اور دیگر مسلمان رعایا میں بلحاظ رعایا کے کوئی فرق روا نہ رکھتے تھے۔ اور ان کی عبادتگاہوں کی حفاظت فرماتے تھے اور ان کو مکمل مذہبی آزادی دے رکھی تھی اور ان کی عبادت اور پرستش میں کسی قسم کی دست اندازی نہیں کرتے تھے کبھی ایسا نہیں ہوا۔ کہ خلفاء راشدین اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے مسلمان حکام نے کسی مذہبی عبادتگاہ کو گرایا ہو یا غیر مسلم رعایا کے مذہبی معاملات میں کوئی دخل دیا ہو۔ تمام ممالک میں جہاں جہاں مسلمان حکمران رہے غیر مسلم رعایا کے معابد بدستور قائم رہے ہیں۔ اور ان کی مذہبی آزادی میں کوئی فرق نہیں آیا۔

آیۂ کریمہ ذیل کو مدنظر رکھتے ہوئے عیسائیوں کو چاہیئے تھا کہ وہ اہلِ اسلام کے ساتھ دوستانہ تعلقات پیدا کرتے اور کشیدگی کے حالات پیدا کرنے سے باز رہتے۔

(۱) وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ	(۱) مسلمانوں کے لئے لوگوں
مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ	میں سے دوستی کے زیادہ
اٰمَنُوا الَّذِيْنَ	قریب وہ لوگ ہیں جو
قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ط	اپنے آپ کو نصاریٰ
ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ	کہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ
قِسِّيْسِيْنَ وَ	ہے کہ ان میں سے علماء
رُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ	اور خدا پرست راہب
لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۔	ہیں۔ اور وہ تکبر نہیں
(۵ : ۸۱)	کرتے۔

مگر انگریز عیسائیوں نے شیر دل رچرڈ کی زیر کمان باوجود سوریا، لبنان اور فلسطین کے عیسائی باشندوں کو وہاں کے مسلمان حکمرانوں نے پوری مذہبی آزادی دے رکھی تھی اور وہ وہاں امن اور خوشحالی سے زندگی بسر کر رہے تھے نیک دل سلطان صلاح الدین پر سات متواتر حملے کئے اور مسلمانوں کے جان و مال کا سخت نقصان کیا۔ سپین میں مسلمانوں کی علوم و فنون کی ایک بھاری لاثانی یونیورسٹی تھی جو قرطبہ یونیورسٹی کہلاتی ہے وہاں انگریزوں نے اہلِ اسلام سے علوم و فنون حاصل کرکے کمال پیدا کیا اور پھر سیاسی اقتدار حاصل کرکے وہاں سے مسلمانوں کو نکال دیا۔ اور خود قابض ہو گئے۔

انگریز عیسائیوں نے ہندوستان میں ابتداءً مسلمان بادشاہوں سے تجارتی کوٹھیاں حاصل کرکے بہت سا روپیہ کمایا اور اندرونِ ملک میں اپنا اثر و رسوخ بڑھاتے رہے اور سلطنت کے امور میں دخل دیتے رہے یہاں تک کہ سارے ملک پر قابض ہو گئے اور مسلمانوں کو ہندوستان کی زرخیز اور وسیع مملکت سے محروم کر دیا۔ یہ سیاسی اور ملکی نقصان تھا جو ان لوگوں سے مسلمانوں کو پہنچا۔ مذہبی طور پر جو نقصان عیسائی علماء اور مشنریوں سے اسلام کو پہنچا

وہ اس سے بڑھ کر تھا۔ بڑے بڑے عیسائی فضلاء مثل سر ولیم میور وغیرہ نے اسلام کے خلاف بے شمار کتابیں لکھیں جن میں قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک لائف پر معاندانہ نکتہ چینیاں کرکے سارے یورپ کو اسلام کی نسبت بدظن کردیا۔ یہ کتابیں برٹش میوزیم (کتب خانہ) لنڈن میں موجود ہیں۔

ہندوستان میں عیسائی علماء اور مشنریوں نے جن کی پشت پناہی انگریزی حکومت سے ہو رہی تھی اور جن میں مرتد مولوی مثل عماد الدین و رجب علی و عبد اللہ آتھم وغیرہ شامل تھے متعدد زہر آلود کتابیں اُردو اور انگریزی زبان میں لکھیں اور اشتہاروں، کتابچوں اور اخباروں اور زبانی لیکچروں کے ذریعہ سے سادہ دل مسلمانوں کو دامِ تزویر میں پھنسا کر مرتد کرنے میں ساعی اور سرگرم ہوگئے۔ علماء اسلام نے بجائے اس کے کہ ان کو مدلل جواب دیکر اسلام کی خدمت کرتے حضرت مسیح ناصری کو خلافِ قرآن آسمان پر چڑھا کر اور ایک طرح سے تمام انبیاء پر ان کو فوقیت دیکر عیسائی مشنریوں کی مدد کی۔ ایسے نازک وقت میں اگر حضرت اقدس مرزا صاحبؑ قادیانی الٰہی طاقتوں سے مؤید ہو کر عزمِ محکم کے ساتھ مقابلہ نہ کرتے اور باطل کو کاٹ کر رکھ دینے والے قلم کو حرکت میں نہ لاتے تو شاید سرزمینِ ہند میں مسلمانوں کا کثیر حصہ عیسائیت کی آغوش میں آجاتا۔ دینِ اسلام کے لئے یہ ایک عظیم فتنہ تھا جس کی نظیر قرونِ اولیٰ میں نہیں ملتی۔ اسلئے خدا وندِ عالم کی طرف سے اس پُرآشوب فتنہ کی روک تھام کے لئے الٰہی تائید ضروری تھی۔ مگر وائے بر حالِ علماءِ زمانہ کہ انہوں نے حضرت مرزا صاحبؑ کی معاندانہ مخالفت کی۔ ان پر کفر کا فتویٰ لگا کر عام مسلمانوں کو ان سے بدظن کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا اور ان کو بے لاگ خدمتِ اسلام کرنے سے باز رکھنے کی ناکام کوشش کی۔ اور یوں اسلام کو اکیلا میدان میں چھوڑ کر خود گوشوں میں متوازی ہوگئے۔

اہلِ اسلام میں کوئی چھوت چھات نہیں ہے۔ اہلِ کتاب کے ہاں کا پکا ہوا کھانا مسلمانوں پر حلال کیا گیا ہے اور اس طرح ایک سوشل تحریک دوستی اور محبت پیدا کرنے کے لئے اور امن و سلامتی سے زندگی بسر کرنے کے لئے کی گئی ہے۔ اور نہ صرف اہلِ کتاب کے گھر کا پکا ہوا کھانا (جو اور کسی طرح سے حرام نہ ہو) حلال کیا گیا ہے بلکہ اہلِ کتاب کی عورتوں سے انہیں حقوق اور شرائط کے ساتھ نکاح کر لینا جائز قرار دیا گیا ہے جن حقوق اور شرائط کی پابندی سے مسلمان عورتوں سے نکاح جائز ٹھہرایا گیا ہے۔ اور ان اہلِ کتاب کی منکوحہ عورتوں کو اپنے مذہب پر قائم رہنے کی آزادی دی گئی ہے۔ اس کی مثالیں ٹرکی اور دیگر اسلامی ممالک میں بکثرت پائی جاتی ہیں۔

(۱) اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ (۱) آج پاکیزہ چیزیں اور

الطَّيِّبٰتُ وَطَعَامُ	اہلِ کتاب کے ہاں کا کھانا
الَّذِيْنَ اُوْتُوا	تم پر حلال کیا گیا ہے اور
الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ	تمہارے گھر کا کھانا ان
وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ	کے لئے حلال کیا گیا ہے
لَّهُمْ وَالْمُحْصَنٰتُ	اور مسلمانوں کی پاکدامن
مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ	عورتیں اور اہلِ کتاب
وَالْمُحْصَنٰتُ	کی پاکدامن عورتیں تم
مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا	پر حلال کی گئی ہیں جبکہ تم
الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ	ان کے مقررہ مہر ادا
اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ	کردو بشرطیکہ تم انکو
اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ	بطور منکوحہ عورت کے
غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ	اولاد کے لئے رکھو نہ کہ
وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ	شہوت رانی کے لئے
(۵:۶)	اور نہ پوشیدہ آشنا
	بنانے کے لئے۔

مسلمانوں نے مخالف اور معاند کفار سے جو عہد کئے تھے ان پر قائم رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگرچہ ان عہود کے توڑنے سے مظلوم مسلمانوں کی امداد ہو سکتی تھی۔ لیکن کفار نے ان عہود و مواثیق کی جو انہوں نے مسلمانوں سے کئے تھے، کچھ پرواہ نہ کرتے ہوئے مسلمانوں پر حملے کئے اور ان کو ہر طرح سے پریشان کیا۔

(۱) وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ	(۱) کفار کو دکھ دینے والے
كَفَرُوْا بِعَذَابٍ	عذاب کی خوشخبری سنا دو
اَلِيْمٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ	مگر وہ کفار عذاب سے
عَاهَدْتُّمْ مِّنَ	محفوظ رہیں گے جن کے
الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ	ساتھ تم نے عہد کیا اور
يَنْقُصُوْكُمْ شَيْئًا	انہوں نے کسی طرح اس
وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا	عہد کی خلاف ورزی
عَلَيْكُمْ اَحَدًا	نہ کی اور نہ تمہارے
فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ	خلاف کسی کی مدد کی۔
عَهْدَهُمْ اِلٰى	پس جس مدت کے لئے
مُدَّتِهِمْ (۹:۴)	تم نے ان سے عہد کیا
	اس عہد کو پورا کرو۔

(۲) وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ	(۲) اگر وہ مسلمان جنہوں نے
فِى الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ	ہجرت نہیں کی تم سے
النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى	دین کے معاملہ میں مدد
قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَ	طلب کریں تو تم ان کی
بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ۔	مدد کرو۔ مگر ان لوگوں
(۸:۷۲)	کے خلاف ان کی مدد
	نہ کرو جن کے ساتھ تم
	نے عہد کیا ہوا ہے۔

یتیموں، مسکینوں، اسیروں اور مسافروں کو اچھا اور پسندیدہ کھانا کھلانے اور گردنوں کے چھڑانے یعنی مصیبت میں گرفتار شدہ لوگوں کی امداد کی تلقین قرآن مجید میں کی گئی ہے مگر ان میں مسلم اور غیر مسلم کی تمیز نہیں رکھی گئی کسی مذہب و ملت کا یتیم، مسکین، اسیر، مسافر اور گرفتار مصیبت ہو اس کو کھانا کھلانے اور مصیبت سے رہائی دلانے کی ہدایت کی گئی ہے۔

(۱) وَيُطْعِمُوْنَ	(۱) مسکین، یتیم اور
الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ	اسیر کو کھانا کھلاتے
مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا	ہیں باوجودیکہ اس
وَّاَسِيْرًا ۝	کھانے کو اپنی ذات
(۷۶:۸-۹)	کے لئے پسند کرتے
	ہیں۔

(۲) وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى	(۲) نیک وہ ہے کہ باوجودیکہ
حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى	مال کو اپنی ذات کے لئے
وَالْيَتٰمٰى وَ	پسند کرتا ہے اپنے
الْمَسٰكِيْنَ وَ	قریبی رشتہ داروں،
ابْنَ السَّبِيْلِ وَ	یتیموں، مسکینوں،
السَّآئِلِيْنَ وَفِى	مسافروں اور مانگنے
الرِّقَابِ۔ (۲:۱۷۸)	والوں کو دیتا اور
	گرفتار مصیبت کو
	رہائی دلانے کے لئے
	خرچ کرتا ہے۔

اوپر جو ہدایات قرآنی نقل کی گئی ہیں اور ان کی تشریح میں جو واقعات درج کئے گئے ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام نے غیر مذاہب کے پیرؤں کے ساتھ کس فراخدلی اور رواداری کا برتاؤ کرنے کی تلقین کی ہے۔ قرآن مجید کی یہ تلقین صرف تلقین تک محدود نہیں رہی بلکہ خود پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر عمل فرمایا اور تمام اُمت کو اس پر عمل کرنے کی ہدایت فرمائی۔ اور مسلمان ہمیشہ ان ہدایات کی پابندی کرتے رہے۔ پس اسلام میں رواداری کی تعلیم غایت درجہ اعلیٰ رنگ میں بیان ہوئی ہے اور بہترین صورت میں مسلمانوں

بعث بعد الموت کی ضرورت اور اسکا ثبوت
علوم جدیدہ کی روشنی میں

(از جناب میجر ڈاکٹر شاہنواز خان صاحب پشاور)

(۲)

موت اور بعث کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے انسان کو نیند اور خواب اور بیدار ہونے کی روزمرہ کی کیفیات پر خوب غور کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ہمارا ہر روز سونا ایک عارضی موت ہے اور ہر صبح اٹھنا بعث کا آئینہ دار ہے۔ اسی لطیف حقیقت کی طرف ان دعاؤں میں اشارہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو سونے اور صبح اُٹھنے کے متعلق ہم کو سکھائی ہیں۔ یعنی اللّٰھم باسمك اموت و احیی اور الحمد للّٰہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور۔

قرآن کریم کی متعدد آیات سے ثابت ہے کہ انسان کا دوبارہ احیاء اسی زمین سے ہوگا۔ فرمایا۔ فِیْهَا تَحْیَوْنَ وَفِیْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے کہ قیامت کے روز اُس وقت کی زمین (کیونکہ موجودہ نظام شمسی قیامت کے روز فنا ہو جائے گا) کروڑہا گنا وسیع کر دی جائے گی تا اس میں آدم اوّل کے وقت سے لیکر قیامت تک کی ارواح اور ان کے لطیف اجسام (جو ممکن ہے محض خوردبینی ذرات بلکہ ان کے ایٹم ہی ہوں) حشر اجساد کے وقت سما سکیں۔ اس میں یہ لطیف اشارہ بھی پایا جاتا ہے کہ شاید قیامت کے روز زمین اپنی مادی کثیف صورت کو چھوڑ کر اپنی ابتدائی اور پہلی لطیف گیس بلکہ دخان والی حالت میں واپس چلی جائے جو اسکا حجم موجودہ حجم سے کئی کروڑ گنا زیادہ ہو جائے اور یہ نئی لطیف زمین ہی جزا و سزا کا مقام بن جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اس کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ایک تازہ انکشاف ملاحظہ ہو۔ حضور ایک پرائیویٹ خط میں لکھواتے ہیں:-

"مرنے کے بعد انسانی ارواح کا زمین سے تعلق قائم رہتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو حدیثوں میں یہ کیوں آتا کہ جب کوئی میّت کی قبر پر دعا کرنے کے لئے جاتا ہے تو اس کے پاؤں کی آہٹ بھی وہ سنتا ہے۔ اُس کا آنے والے انسان کے قدموں کی آواز تک سُن لیا جانا ہے کہ موت کے بعد روح کا اِس زمین سے تعلق قائم رہتا ہے۔

اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم یہ اندازہ نہیں لگا سکتے کہ روح کتنی جگہ میں سما سکتی ہو لیکن خواہ وہ ایک اِنچ کے ہزارویں حصہ میں آجائے یا دس ہزارویں حصہ میں حدیثوں سے یہی پتہ لگتا ہے کہ لوگ اِس زمین سے اٹھیں گے۔ اس غرض کے لئے حشر اجساد کے الفاظ جو استعمال کئے جاتے ہیں وہ درحقیقت ایک محاورہ ہے جس کے یہ معنے نہیں کہ وہ حشر

اسی مادی جسم کے ساتھ ہوگا۔ وہ اُسی جسم کے ساتھ ہوگا جو ہر انسان کو اپنے اعمال کے مطابق ملے گا لیکن بہرحال اس کا اس زمین سے بھی تعلق ہے ..... مگر زمین سے مراد بھی محض یہ زمین نہیں بلکہ اس کی کوئی شکل ہے کیونکہ کلام الٰہی ..... اور احادیث سے ثابت ہے کہ قیامت کو یہ نظام شمسی تباہ ہوجائے گا۔"

انسانی لاش کے احترام سے بعث کا استدلال

وفات کے بعد مختلف قومیں اپنے مُردوں کے ساتھ مختلف سلوک اسکو ٹھکانے لگانے کے لئے کرتی ہیں۔ خواہ وہ اس کو دفن کریں یا جلادیں۔ بجلی سے راکھ کردیں یا سمندر میں ڈال دیں چیلوں کو کھلادیں یا درندوں اور کُتّوں کے آگے ڈال دیں مگر ان سب میں یہ طبعی جذبہ ضرور پایا جاتا ہے کہ انسانی لاش کو عزت اور احترام کے ساتھ رخصت کریں۔ یہ طبعی جذبہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ہر انسان دل میں یہ محسوس کرتا ہے کہ مرنے کے بعد کوئی زندگی ضرور ہے۔ اسی کی طرف فرقان حمید کی یہ آیت اشارہ کررہی ہے۔ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ • ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ • (عبس) یہاں پر اقبرہٗ کے معنے مادی قبر میں دبنے کے نہیں ہوسکتے کیونکہ اکثر انسان دفن ہی نہیں ہوتے۔ پس انسانی فطرت میں یہ احساس موجود ہے کہ مُردوں کو تحقیر کے ساتھ پھینکا نہ جائے بلکہ ان کا مناسب احترام کیا جائے۔ حیوانوں میں یہ احساس نہیں ہے کیونکہ سوائے کوّے کے کوئی حیوان لاش کو دفن نہیں کرتا۔ پس ثابت ہوا کہ یہ زندگی موت کے ساتھ ختم نہیں ہوجاتی بلکہ اس موت کے ساتھ ہی کسی نئی حیات کا آغاز ہوجاتا ہے اور انسان نہیں چاہتا کہ اُس زندگی کے کوچہ میں داخل کرتے وقت ان کے جسم کی بے حرمتی کی جائے۔

کفارِ مکہ کا بعث پر استعجاب اور قرآن کریم کا اُن کو مدلل جواب

مُردہ جسم کے مٹی یا آگ یا پانی یا بجلی سے افتراق اور تحلیل کے بعد یہ بظاہر ناممکن نظر آتا ہے کہ انسان پھر دوبارہ زندہ ہوسکے اسی واسطے کفارِ مکہ بھی اس نئی زندگی پر تعجب اور انکار کیا کرتے تھے جس کا ذکر قرآن کریم میں متعدد بار آیا ہے اور ہر موقع پر اس کا مدلل جواب دیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر میں صرف تین آیات کا ذکر کرتا ہوں۔ فرمایا۔

(۱) وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا
ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا •
قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا • اَوْ
خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ
فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ۭ قُلِ
الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ
(بنی اسرائیل ع)

اس آیت میں خلق اوّل کو بعث بعد الموت کے لئے بطور دلیل پیش کیا گیا ہے کہ جو ہستی ایک بار بنالے اس کا دوبارہ خلق کرنا مشکل نہیں ہے کیونکہ دونوں میں مماثلت ہے فرمایا ما خلقکم ولا بعثکم الا کنفسٍ واحدۃ۔ سوال صرف یہ رہ جاتا ہے کہ اس سنے واقعہ میں خلق اول کیا ہے یا نہیں۔ قرآن کریم نے اشارہ فرمایا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ انسانی جسم قبر میں ہڈیاں اور مٹی ہوجانے کے بعد ہزاروں سالوں میں پتھر اور پھر لاکھوں سالوں میں لوہا بن جاتا ہے ابھی تک اس کا ثبوت آثارِ قدیمہ والوں نے مہیا نہیں کیا۔ مگر آئندہ کی تحقیق ضرور اس بات کی صداقت کا ثبوت دیگی کیونکہ جو خدا درخت کو زمین کے اندر دفن کرکے کوئلہ اور پھر کوئلے کو ہیروں میں تبدیل کرسکتا ہے وہ انسانی ہڈی کو پتھر اور لوہا بھی بناسکتا ہے۔ چنانچہ ریڈیو پاکستان کی تازہ اطلاع کے مطابق ایک چینی لڑکی کی لاش حال ہی میں ملی ہے

جو تین ہزار سال کی پرانی ہڈیوں کا پنجر ہے جس کے سر کی ہڈیاں پتھر بن چکی ہیں۔ بلیٰ وھو علیٰ کل شیٔ قدیر۔

(۴) يَآيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِىْ
رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ
مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ
عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ
وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ؕ وَ
نُقِرُّ فِى الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰى
اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ
طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ وَ
مِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ
اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ
مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا ؕ ..... ذٰلِكَ
بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ
الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ
قَدِيْرٌ ۙ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا
رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ
فِى الْقُبُوْرِ ۝ (الحج ع)

فرمایا اے لوگو! اگر تم بعث کے مسئلہ کی وجہ سے شک میں پڑ گئے ہو اور حیاتِ اُخروی کے متعلق اگر تمہارا گمان ہے کہ یہ بلا دلیل ہے اور وہم ہے یا افراد کی ہلاکت اور قومی تباہی کا موجب ہے تو (غور کرو) کہ یقیناً ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا تھا۔ اِس آیت میں انسان کی زندگی کی تین مختلف حالتوں کو بیان کر کے بعث بعد الموت کا نہایت لطیف استدلال فرمایا گیا ہے مثلاً اوّل انسان کی وہ حالت ہے جب وہ والدین کے جسم کا حصہ تھا اور ابھی جُدا نہ ہوا تھا۔ (یا پھر تراب سے مراد وہ حالت بھی ہو سکتی ہے جو ابتداً میں انسانی نسل کو چلانے کے لئے اختیار کی گئی تھی اور انسان کو تراب۔ طین اور نباتی حالت میں سے گزار کر نطفہ والی حالت میں منتقل کیا گیا) واضح ہو کہ انسان کا نطفہ انہی خوراک اور خون سے بنتا اور نشو و نما پاتا ہے جو وہ زمین سے حاصل کرتا ہے یعنی سبزی، پھل، پھول، اناج وغیرہ (گوشت بھی درحقیقت زمین سے آتا ہے مگر بالواسطہ یعنی سبزی خور جانوروں کے ذریعے) اور اس نشو و نما کی ایک حد ہے اس سے آگے وہ والدین کے جسم میں ترقی نہیں کر سکتے اور وہ مجبور ہوتے ہیں کہ وہ والدین کے جسم سے الگ ہو کر کوئی "قرارِ مکین" تلاش کریں۔ اس کے بعد اللہ جلشانہ نے رحمِ مادر میں انسانی نشو و نما کا بالتفصیل ذکر فرمایا ہے اور مختلف حالتوں نطفہ، علقہ، مضغہ وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ نطفہ نسبتاً بہت نازک اور کمزور ہوتا ہے اور اس میں صفائی اور نظافت بھی پائی جاتی ہے۔ اس کے بعد کی حالت کا نام علقہ ہے کیونکہ اس میں چمٹ جانے کی خاصیت اور کچھ صلابت ہوتی ہے اور خون ظاہر ہو کر رحم سے تعلق پختہ ہو جاتا ہے۔ پھر یہ اور زیادہ لجلجا اور سخت ہو جاتا ہے (مضغہ) اسکے بعد فرمایا۔ ہم جس کو چاہیں ایک مقررہ میعاد تک رحموں میں ٹھہراتے ہیں پھر ہم تم کو طفل (یعنی طفیلی بچہ) ہونے کی حالت میں باہر لاتے ہیں یعنی رحمِ مادر سے پوری مدّتِ حمل کے بعد باہر لاتے ہیں۔ یہ انسان کی دوسری حالت ہے جس میں انسان کا رحمِ مادر سے مکمل نشو و نما کے بعد نکلنا ضروری ہوتا ہے ورنہ وہ ماں کے پیٹ میں ہی مر جاتا ہے اور اس کی نشو و نما رُک جاتی ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے ایک تیسری حالت کی طرف لطیف اشارہ فرما کر اس سے بعث کا لطیف استدلال کیا ہے۔ فرمایا پھر تم ہماری صفتِ ربوبیت کے ماتحت مضبوطی کو پہنچتے ہو۔ اور تم میں سے بعض جلدی فوت ہو جاتے ہیں اور تم میں سے بعض وہ بھی ہیں جو رذیل عمر کی طرف پھیرے جاتے ہیں یعنی انسان ستر بہتر ہو کر (سٹھیا کر) علم اور عقل سب کچھ کھو بیٹھتا ہے اور جاننے بوجھنے کے بعد وہ پھر نادان اور بچہ بن جاتا ہے جسکو انگریزی میں

Second childhood یا بچپن ثانی کہا جاتا ہے۔ اس حالت پر پہنچ کر انسانی دماغ اس قابل نہیں رہتا کہ وہ روح کی حفاظت کا مظہر رہ سکے۔ اسلئے روح کا نئے قالب میں نئی زندگی حاصل کرنا ضروری ہوتا ہے جس طرح اس سے پہلے دور میں رحم مادر کو چھوڑنا جنین کے لئے ضروری تھا۔ تا مزید نشو و نما اس دنیا میں آ کر وہ کر سکے۔ بلکہ اس سے قبل ایک حالت وہ بھی جب نطفہ مجبور تھا کہ وہ والدین کے جسم سے جدا ہو کر رحم میں قرار پکڑے۔ اور اگر یہ تبدیلیاں نہ ہوں تو انسان کی نشوونما رک جاتی ہے۔ وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ضروری ہے کہ انسانی روح کو دماغ کے معطل ہو جانے کے بعد جلد ایک روحانی رحم (برزخ) میں منتقل کر دیا جائے تا وہ ہلاکت سے بچ سکے اور روحانی ارتقاء کی منازل پر تیزی سے گامزن ہو سکے۔ پس اس آیت میں روح کے بقاء اور جسم کے بعث بعد الموت پر نہایت لطیف پیرایہ میں اشارہ فرمایا گیا ہے۔

(۳) وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ
ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۥ بَلْ
هُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ •
قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ
الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ
تُرْجَعُوْنَ • (السجدہ ع ۱)

اور انہوں نے کہا کیا جب ہم مٹی میں جذب ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہمیں نئی زندگی ملے گی۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ وہ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں۔ (اے رسول) تو ان کفار کو کہہ دے کہ ضرور تم کو وہ ملک الموت ہی وفات دیگا جو تم سب پر نگران ہے۔ پھر تم سب اپنے رب کی طرف واپس کئے جاؤ گے۔

ان آیات میں نہایت وضاحت سے تین امور الگ الگ بیان کئے گئے ہیں جن کا آپس میں نفسیاتی تعلق اور رابطہ ہے۔ اول کفار کے اعتراض کا سوال کے رنگ میں ذکر کیا گیا ہے۔ پھر اس تعجب اور انکار کی وجہ بتائی ہے اور آخر میں بعث بعد الموت کے پانچ دلائل دیئے ہیں۔

امرِ اوّل :۔ اس آیت میں بجائے حسب معمول مٹی اور ہڈیوں کا ذکر کرنے کے اللہ تعالیٰ نے کفار کی زبانی عربی زبان کا ایک لطیف محاورہ استعمال کیا ہے اور وہ ضَلَلْنَا (فی الارض) ہے۔ جس کے معنے ہیں (زمین میں) گھل مل جانا، حل ہو جانا، جذب ہو کر مٹ جانا۔ فنا ہو کر گم ہو جانا۔ کھویا جانا وغیرہ۔ چنانچہ جب پانی دودھ میں مل جاتے یا چینی پانی میں حل ہو جائے تو عرب کہتے ہیں ضلّ الماء فی اللبن یا ضلّ السُّکر فی الماء۔ یعنی پانی دودھ میں یا چینی پانی میں گم ہو گئی، مٹ گئی اور دونوں ایک جان ہو گئے۔ ان کا وجود فنا ہو گیا۔ کیونکہ اب دونوں کی شناخت پانی کے اندر نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ چینی اگر پانی میں ڈالی ہوئی ہو تو آنکھ اس کا پتہ نہیں دے سکتی۔ صرف چکھنے سے چینی کا وجود پانی میں ثابت ہو سکتا ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ چینی کا وجود پانی میں حل ہو کر بالکل مٹ نہیں جاتا۔ کیونکہ عمل تبخیر سے پانی کو خشک کر کے چینی کو الگ کیا جا سکتا ہے۔ کفار نے بھی اس پر تعجب کا اظہار کیا ہے کہ جب انسان مٹی میں مٹی ہو کر فنا ہو جائیگا تو اس کو دوبارہ کس طرح اس مٹی سے الگ کیا جا سکتا ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ فنا بھی صرف نظر کا دھوکہ ہے۔ کیونکہ وہ علیم و خبیر ہستی انسانی ذرات کو مٹی سے اسی طرح الگ کر سکتی ہے جس طرح ایک کیمسٹ مختلف حل شدہ نمکوں کو پانی سے الگ کر لیتا ہے۔

آیت کے دوسرے حصے میں کفار کے انکار کی اصل وجہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ بَلْ هُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ

كَفَرُوْنَ - یعنی اصل وجہ بعث سے انکار کی یہ ہے کہ وہ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں - یہ انکار فطری یا حقیقی نہیں اور نہ اسلئے ہے کہ ان کی عقل یا ضمیر اس بات پر گواہی دے رہی ہے کہ اگلا جہان کوئی نہیں ہے - بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ان کا دل تو مانتا ہے اور ڈرتا بھی ہے اور اُس حالت کے تصور سے اُن پر لرزہ بھی طاری ہو جاتا ہے جبکہ وہ اپنے رب کے حضور پیش کیے جائینگے - مگر دُنیا کے عیش و آرام اور لمبی عمر کی خواہش اُنکو مجبور کرتی ہے کہ وہ آخروی زندگی کا زبان سے انکار کر دیں کہ یہ بھی ایک ہسٹیریا والی ذہنیت کا مظاہرہ ہے -

پھر فرمایا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا یعنی کفار انسانی پیدائش کے اصل مقصد کو بھلا کر دُنیا کی عیش میں پڑ گئے ہیں اور عبودیت کے منکر ہیں جس کی تکمیل کے لئے اگلا جہان مقرر ہے - مگر وہ فانی جسم کو خوش کرنے کے لئے فانی لذات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور غیر فانی روح کی نشو و نما کے لئے لافانی اخلاق اپنے اندر پیدا نہیں کرتے جو آخروی زندگی میں کام آ سکیں - یہاں پر بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتِ ربوبیت کو ہی پیش فرمایا ہے کیونکہ ربوبیت کی صفت ہی خَلق کی تکمیل کرتی ہے -

اِس آیت کے تیسرے حصہ میں بعث بعد الموت کے پانچ دلائل دیئے گئے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں :-

فرمایا - قل یتوفّٰکم - ملک الموت - الّذی وُکِّلَ بکم ثمّ الیٰ ربّکم ترجعون -

(۱) پہلی دلیل لفظ توفّی میں دی ہے - جس کے معنے قبضِ روح کے ہیں جو دو طرح ہوتا ہے - ایک عارضی اور ناقص طور پر یعنی نیند میں اور دوسرے مستقل اور مکمل طور پر یعنی موت کے وقت - جو اِس بات کا ثبوت ہے کہ روحِ انسانی کو دہر یا زمانہ طبعی طور پر ہلاک نہیں کرتا یعنی روح کو فنا نہیں - موت صرف جسم پر آتی ہے - اور روح چونکہ ایک مستقل وجود رکھتی ہے اور یہ جسم کی صفت نہیں ہوتی (جس کا دوسرا نام زندگی یا لائف ہے) اسلئے وہ موت کے بعد فنا نہیں ہو سکتی - یہ صحیح ہے کہ صفت موصوف سے جُدا نہیں ہوتی مگر روح جسم کی صفت نہیں ہے - اگر روح کو فنا ہوتی یا وہ بھی جسم کی موت کے ساتھ ہی مٹ جاتی تو اس کے لئے لفظ توفّی استعمال نہ ہوتا -

(۲) دوسری دلیل بعث کی لفظ ملک الموت ہے یہ حضرت عزرائیل علیہ السلام کا نام ہے جو روحوں کو قبض کرنے پر مامور ہیں - اس میں یہ لطیف اشارہ ہے کہ موت کا اصل باعث فرشتہ کا روح کو قبض کرنا ہے ، نہ کہ بیماری ، زہر یا حادثہ سے جسم کا ناکارہ ہو جانا - اصل بات یہ ہے کہ موت جسم پر آتی ہے روح پر نہیں آتی روح قبض کر لیا جاتا ہے - جسم چونکہ زندگی میں روح کی صفات کا مظہر اور اس کا محافظ ہوتا ہے اسلئے روح جب دیکھتی ہے کہ جسم کسی بیماری ، زہر یا چوٹ کی وجہ سے ناقابلِ صحت حد تک بے جان اور ناکارہ ہو گیا ہے اور وہ اس کی صفات کا مظہر اور اس کا محافظ نہیں رہا تو وہ اس کو چھوڑ دیتی ہے اور اپنے لئے نیا مکان تلاش کر لیتی ہے اسی انتقالِ مکانی کا نام ہی وفات ہے - اور جب جسم روح کو چھوڑتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ قلب کی حرکت کا بند ہونا اور جسم کا بے حس و حرکت ہو کر مر جانا ہے - اس کے بعد روح کو قبض کر کے برزخ میں ایک نیا لطیف جسم دیا جاتا ہے جو کہ اِسی فانی جسم کے لطیف ذرات سے اور اعمال کے جوڑ سے بنتا ہے اور اسی کا تسلسل اور شبیہ ہوتا ہے -

(۳) تیسری دلیل الذی وُکِّل بکم - یعنی وہ ملک الموت جو تم پر نگران اور محافظ ہے وہ کبھی ایک سیکنڈ کے لئے بھی غافل نہیں ہوتا اور اپنا فرضِ منصبی

کما حقہٗ ادا کرتا رہتا ہے۔ اس میں اس طرف لطیف اشارہ ہے کہ بعض دفعہ ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ کوئی محافظ یا نگران مقرر تو کر دیا جاتا ہے مگر وہ بوجہ کمزوری بشریت بھول چوک اور خطا سے یا بعض دفعہ عمداً بھی سرکشی اور نافرمانی سے اپنے فرضِ منصبی سے غافل ہو جاتا ہے اور اسکی زیرِ نگرانی شے کا نقصان ہو جاتا ہے۔ مثلاً کوئی دوسرا چھین لیتا ہے یا ویسے بھی وہ حوادثِ دہر سے ہلاک ہو جاتی ہے۔ پس فرمایا ملک الموت ہمارا فرشتہ ایسا نہیں ہے کہ وہ غافل ہو جائے، تھک جائے، بھول جائے یا نافرمانی اور بغاوت کرکے کام چھوڑ دے۔ وہ ہر وقت چوکس رہتا ہے اور یہ ناممکن ہے کہ اس کی نگرانی میں جو روح ہو اس کو کوئی نقصان پہنچ جائے۔ کوئی دوسرا چھین لے یا وہ اجلِ مقدر سے پہلے یا بہت بعد اس کو قبض کرے۔ یا اس کی غفلت، تکان یا سستی کی وجہ سے زمانہ ہی اس روح کو ہلاک کر دے۔ پس وُکِّلَ میں جبکے مادہ سے لفظ وکیل بھی مشتق ہے تیسری دلیل بعث کی دی ہے۔

ایک اور مقام پر آتا ہے۔ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ (انعام) کہ ہمارے ملائکہ قبض روح کرتے وقت کبھی کوتاہی نہیں کرتے۔

(۴) چوتھا لفظ اِس آیت میں قابلِ غور لفظِ رب ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ احیاءِ موتیٰ کا تعلق صفتِ ربوبیت کے ساتھ ہے۔ کیونکہ پہلی پیدائش (خلقِ اوّل) اور احیاءِ موتیٰ (بعث) دونوں مشابہ اور ایک جان کی مانند ہیں۔ ربوبیت کا کام یہ ہے کہ خلق کے بعد مناسب ماحول میں ارواح کو نشو و نما دیکر اعلیٰ منازلِ روحانی پر پہنچاتی اور ان کو لقائے الٰہی کے قابل بناتی ہے جو انسانی پیدائش کی علتِ غائی ہے۔

تُرْجَعُوْنَ | بعث کی پانچویں دلیل لفظ تُرْجَعُوْنَ میں دی گئی ہے۔ اس میں یہ اشارہ مقصود ہے کہ ارواحِ انسانی واپس لوٹیں گی اپنے مبداء (خالق) اللہ تعالیٰ کی طرف یعنی جہاں سے وہ آئی ہیں وہیں واپس لوٹ جائینگی۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ ارواح کا کوئی خزانہ عرش پر جمع ہے اور ایک ایک روح وہاں سے دُنیا میں بھیج کر جسمِ انسانی میں داخل کر دی جاتی ہے۔ روح تو بلاشبہ جنین کی نشو و نما کے بعد اس قالب کے اندر سے ہی نکلتی ہے جو رحمِ مادر میں تیار ہو رہا ہوتا ہے اور اس لحاظ کو اس کو خلق کا نام دیا جاتا ہے مگر درحقیقت وہ امر اللہ ہے۔ کیونکہ اس کا خَلْقًا اٰخَرَ میں تبدیل ہونا یعنی نفخِ روح باذنِ الٰہی اور امرِ ربی سے ہوتا ہے جو عالمِ بالا سے نازل ہو کر روحانی نسمہ جسم کے فاسفورسی مادہ کو شعلہ زن کرکے اس کو زندہ کر دیتی ہے۔ اسلئے ارواح کیلئے رجوع کا لفظ استعمال کیا گیا ہے + (باقی پھر)

اہلِ دل اہلِ قلم اور شعراء حضرات سے درخواست

رسالہ الفرقان ایک علمی رسالہ ہے۔ قرآنی حقائق و معارف کا بیان کرنا اس کا اوّلین مقصد ہے علاوہ ازیں مخالفینِ اسلام کے اعتراضات کا جواب دینا بھی اسکا فرض ہے۔ پھر ان نئی تحریکات کا تعاقب کرنا اور ان سے نپٹنا بھی اس کے ذمہ ہے جو اسلام کے روشن چہرہ پر دھبے لگانے کی کوشش کر رہی ہیں۔ ان کاموں میں ہمیں ایسے اہلِ دل مطلوب ہیں جو اپنے اموال کے ذریعہ توسیع اشاعت کے سامان کریں۔ ایسے اہلِ قلم درکار ہیں جو اپنے قیمتی مقالات سے ہمیں نوازیں۔ ایسے شعراء کرام کی ضرورت ہے جو اپنے تازہ اور برجستہ کلام سے ہماری مدد فرماویں۔

بکوشید اے جواناں تا بہ دیں قوّت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملّت شود پیدا

(ایڈیٹر)

ما رُوئے پاکِ احمدِ موعُود دیدہ ایم

(رقمیہ جناب قاضی محمدیوسف صاحب فاروقی احمدی قاضی خیل ہوتی ضلع مردان صوبہ سرحد)

ما رُوئے پاکِ احمدِ موعود دیدہ ایم
با ہر دو گوشِ خویش کلامش شنیدہ ایم

ما ماہ ہا بہ صحبتِ پاکش نشستہ ایم
پس مائدۂ طعام لذیذش چشیدہ ایم

ما میہمانِ حضرتِ احمد بہ قادیان
گشتیم و تا بہ سفرۂ پاکش رسیدہ ایم

ما جان و مالِ خویش بہ دستش فروختیم
ما در عوض رضائے خدا را خریدہ ایم

ما دستِ خود بدستِ مسیحا چو دادہ ایم
از مکر و دجل و ز درِ شیاطین رہیدہ ایم

ما در حریمِ قربِ خدا جائے یافتیم
دنیا گذاشتہ سُوئے اللہ دویدہ ایم

ایمانِ ما بہ وحدتِ پروردگارِ ماست
ما معتقد بہ جملہ صفاتِ حمیدہ ایم

آں ذاتِ حق سمیع و بصیر و حکیم ہست
شیریں کلامِ او ز دہانش شنیدہ ایم

قرآں کلامِ او چو عسل ز آسماں رسید
ایں شہدِ پاک را بہ چہ لذت مکیدہ ایم

ما را خدا ز اُمتِ خیرالرسلؐ نمود
ما بہرِ خود مطاعِ محمدؐ گزیدہ ایم

ما پیروانِ عیسیٰؑ معہود احمدیم
دجال را بہ تیغِ دعا سر بریدہ ایم

ما فرق در محمدؐ و احمدؑ نمی کنیم
زاں رو کہ ما کہ چہرۂ احمدؑ بدیدہ ایم

صد فخر بر اطاعتِ فخر الرسلؐ کنیم
ما جرعہ ز جامِ فیوضش چشیدہ ایم

اسلام بہ شیرِ مادرِ ما جزوِ جاں گشت
پستانِ اُمّ خود چو بہ طفلی مکیدہ ایم

بدبوئے مولوی چہ رساند ضرر بما
ما بوئے وصلِ یار ز جنت شمیدہ ایم

ما بستہ ایم رشتہ بہ احبابِ صالحین
از طالحین رشتۂ اُلفت بُریدہ ایم

آزاد گشتہ ایم ز بندِ قفس چو طیر
از برکتِ مسیحؑ بہ ثریا پریدہ ایم

اے آنکہ حملہ می کنی بر ما بہ ہوش باش
ما در کنارِ عاطفتش آرمیدہ ایم

حاسد ز بغضِ خویش بہ دوزخ فتادہ است
ما پائے خود بہ جنتِ ماویٰ خزیدہ ایم

قلبِ درندہ لرزہ بہ اندامش افگند
وقتیکہ ما چو شیر بہ صحرا غریدہ ایم

کس را مجال نیست کہ با ما کند مصاف
ما خنجر از نیام بہ میداں کشیدہ ایم

ارض و سمائے نو بہ جہانِ جدیدِ ماست
ما خلقِ نو بہ احمدیت آفریدہ ایم

آبِ شرابِ کہنہ بہ جامِ جدیدِ ماست
ما زندگیٔ تازہ ازاں آب دیدہ ایم

گلہائے باغِ احمدیت بوئے خوش دہند
مثلِ نسیم ما بہ چمن چوں وزیدہ ایم

یوسفؔ بہ پاسِ خاطرِ احباب جمع ساخت
گل ہا ز باغِ احمدیت ما کہ چیدہ ایم

شاہِ نجد وحجاز کا شاہی فرمان

حفظ قرآن کریم کرنیوالوں کے لئے انعام

مکہ شریف کے اخبار "امّ القریٰ" عدد ۱۵۲۱ مورخہ ۲۶ نومبر ۱۹۵۴ء میں جلالۃ الملک سعود بن عبدالعزیز شاہ مملکت سعودیہ کی طرف سے ایک شاہی فرمان شائع ہوا ہے جس میں درج ہے کہ:۔

"وقد رأینا انشغال الناس بالدنیا واعراض الکثیرین عن مدارسة هذا الکتاب الکریم حتی قل حفظ القرآن ونخشی أن یتمادی الناس فی هذا التغافل، ولذلك رأینا أن ندعوا أبناء رعیتنا الی الاهتمام بهذا الکتاب و حفظه عن ظهر قلب، ومن أجل ذلك أمرنا بما هو آت:۔

أولاً — تعیین جائزة ألفی ریال لکل شخص یحفظ القرآن عن ظهر قلب تسلم له بعد استیفاء الشروط المذکورة فی بیاننا هذا۔ ثانیاً — کل من یرغب أن یبدأ بحفظ کتاب الله سواء من أبناء المدارس أو من عامة الشعب علیه ان یسجل اسمه عند قاضی البلدة أو عند ادارة المدرسة التی یدرس فیها۔ ثالثاً — عند ما ینتهی حفظ القرآن علی مدیر المدرسة أو القاضی أن یستمع له کتاب الله من أوله الی آخره لیری ان کان اتم حفظه أم لا۔ رابعاً — یشترط فی الحفظ أن یکون حفظاً متقناً بالتجوید والضبط۔ خامساً — عند ما یاخذ الشهادة بحفظه یتناول الجائزة من ادارة المالیة فی البلاد التی یقیم بها۔ سادساً — یکتب أسماء الحفاظ وینشر ویکون لهم مرکز خاص ممتاز فی أی حفل من الحفلات التی تقیمها الحکومة لیکونوا موضع التکریم والاحترام۔ سابعاً — علی رئیس مجلس وزرائنا ووزیر معارفنا ووزیر مالیتنا انفاذ أمرنا هذا۔"

ترجمہ:۔ "ہم نے ملاحظہ کیا ہے کہ لوگ دنیا کمانے میں مشغول ہو گئے ہیں اور قرآن کریم کے پڑھنے پڑھانے سے غافل ہو گئے ہیں یہاں تک کہ قرآن مجید کے حفظ کرنے میں کمی واقع ہو گئی ہے۔ ہمیں خطرہ محسوس ہوا کہ لوگ اس غفلت میں انتہا کو نہ پہنچ جاویں۔ اسلئے ہماری تجویز ہے کہ ہم اپنی رعیت کے فرزندوں کو توجہ دلائیں کہ وہ قرآن مجید کے حفظ کرنیکے بارے میں خاص اہتمام کریں۔ اس بنا پر ہم نے یہ حکم صادر کیا ہے کہ:۔ (۱) ہر شخص جو شرائط مقررہ کے مطابق قرآن مجید کو زبانی یاد کرے اس کیلئے دو ہزار ریال بطور انعام مقرر کئے جائیں (۲) جو شخص قرآن مجید حفظ کرنا شروع کرنا چاہے اگر وہ کسی مدرسہ کا طالب علم ہے تو مدرسہ کے ناظم کے پاس اور اگر عام آدمی ہے تو شہر کے قاضی کے پاس اپنا نام رجسٹر کرائے (۳) جب وہ شخص حفظ قرآن کریم مکمل کر لے تو مدرسہ کے افسر یا قاضی شہر کا فرض ہوگا کہ شروع سے آخر تک اس سے سُنے تا معلوم ہو سکے کہ اس نے مکمل طور پر حفظ کر لیا ہے یا نہیں (۴) حفظ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ تجوید کے مطابق ٹھیک طور پر یاد ہو (۵) جب اس شخص کو اس بات کا سرٹیفکیٹ مل جائے گا کہ اس نے قرآن کریم حفظ کر لیا ہے تو اپنے علاقہ کے سرکاری خزانہ سے مقررہ رقم وصول کر سکیگا (۶) ایسے حفاظ کے نام سرکاری رجسٹر میں لکھے جائیں اور اخباروں میں شائع ہوں نیز حکومت کے ہر عمومی اجلاس اور اجتماع میں انہیں خاص جگہ پر بٹھایا جائے تا سب لوگوں کی نظر میں انکی عزت و توقیر قائم ہو (۷) ہمارے وزیر اعظم، وزیر تعلیم اور وزیر مال کا فرض ہے کہ اس فرمان کا اجراء کریں۔"

الفرقان شاہ موصوف کا یہ اقدام قابلِ مبارکباد ہے۔ قرآن مجید کی لفظی حفاظت کیلئے بھی اللہ تعالیٰ ہی لوگوں میں تحریک فرماتا ہے اور معنوی حفاظت کیلئے بھی وہی سامان کرتا ہے کیونکہ اسی نے فرمایا ہے إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۔

مفید کتابیں، رسالے اور ٹریکٹ

(۱) **سورۂ مریم کی تفسیر**۔ حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ کے درس القرآن ۱۹۵۲ء کے مختصر تفسیری نوٹ ہیں قیمت مع محصولڈاک ۱۲/

(۲) **تاریخ القرآن**۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی الاسدی کی تازہ ترین تصنیف۔ قیمت -/۸/۳ ،

(۳) **کلمۃ الیقین فی تفسیر خاتم النبیین**۔ یہ سولہ صفحات کا ٹریکٹ خاتم النبیین کی تفسیر میں ایک جامع و مانع مگر مختصر مضمون پر مشتمل ہے تعلیمیافتہ غیر احمدی اصحاب میں اسکی بکثرت اشاعت ہونی چاہیئے۔ فی نسخہ ایک آنہ اور فی سینکڑہ پانچ روپے۔

(۴) **حضرت مسیح ناصری کی زندگی کے بارے میں جدید انکشاف**۔ بڑے حجم کے چار صفحات پر عمدہ کاغذ پر انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا کے حوالہ سے حضرت مسیح علیہ السلام کی تین تصویریں مفصل مضمون کے ساتھ شائع کی گئی ہیں۔ تصویریں حضرت مسیح کی جوانی ادھیڑ عمر اور بڑھاپے کی ہیں۔ ان تصاویر سے عیسائیت کا یہ عقیدہ سراسر باطل ٹھہرتا ہے کہ حضرت مسیح ۳۳ سال کی عمر میں آسمان پر جا بیٹھے تھے۔ یہ مضمون انگریزی، اردو اور عربی میں اکٹھا شائع کیا گیا ہے۔ فی نسخہ ایک آنہ اور فی سینکڑہ پانچ روپے۔

نوٹ:۔ ہر دو ٹریکٹوں کے ایک ایک نسخہ کے لئے مع محصولڈاک تین آنے کے ٹکٹ بھیجیں۔!

(۵) **الفرقان کے تین خاص نمبر**۔ (۱) خاتم النبیین نمبر۔ دسمبر ۱۹۵۲ء میں مسئلہ ختم نبوت پر قرآن مجید کی روشنی میں الفرقان کا خاتم النبیین نمبر شائع ہوا ہے قابل دید مضامین کا مجموعہ ہے۔ حجم بکثرت صفحات اور قیمت ایک روپیہ (۲) خلافت نمبر مسئلہ خلافت کے جملہ پہلوؤں پر سیر حاصل بحث پر مشتمل نمبر ہے شیعہ صاحبان کی مسلمہ کتب کے حوالجات سے خلفاء راشدین کی خلافت کا ثبوت دیا گیا ہے۔ حجم بکثرت صفحات اور قیمت ایک روپیہ۔ (۳) سالانہ علمی نمبر۔ یہ نمبر بھی اپنی ٹھوس اور علمی معلومات کے لحاظ سے الفرقان کا ایک خاص نمبر ہے حجم بکثرت صفحات قیمت ایک روپیہ۔

(۶) **احکام القرآن**۔ مصنفہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی الاسدی۔ قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں اسلامی اخلاق و ادب پر مبسوط بحث کی گئی ہے قابل دید ہے کتابی حجم کے ساڑھے تین صد صفحات پر مشتمل ہے۔ قیمت ساڑھے تین روپے ۔

نوٹ:۔ سلسلہ احمدیہ کی جملہ کتب بھی پتہ ذیل سے طلب فرمائیں:۔

مینیجر مکتبۃ الفرقان۔ ربوہ۔ ضلع جھنگ (پاکستان)